تفسیر

نور القرآن

تالیف

پیر طریقت رہبر شریعت حضرت علامہ حضور باباجی
مفسر قرآن مبلغ اسلام پیر ابوالنصر منظور احمد شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ
بانی وشیخ الحدیث جامعہ فریدیہ ساہیوال

پارہ نمبر 3

www.jamiafaridia.org.pk , 040-4466985, 040-4460985

صفحہ نمبر	آیت نمبر	سورۃ	مضامین	نمبر شمار
۱۴۹	۲۴۳	۲	موت کے خوف سے ڈر کر بھاگنے کی ممانعت	۱۰۷
۱۵۱	۲۴۴	۲	اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا، بہت جاننے والا ہے	۱۰۸
۱۵۱	۲۴۵	۲	اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دینے کا مفہوم	۱۰۹
۱۵۳	۲۴۶	۲	بنی اسرائیل کی انبیاء سے مخالفت	۱۱۰
۱۵۳	۲۴۶	۲	اللہ تعالیٰ ظالموں کو خوب جاننے والا ہے	۱۱۱
۱۵۴	۲۴۷	۲	اللہ تعالیٰ کا طالوت کو امیر مقرر فرمانا	۱۱۲
۱۵۴	۲۴۷	۲	اللہ تعالیٰ وسعت والا ہے اور سب کچھ جانتا ہے	۱۱۳
۱۵۶	۲۴۸	۲	حضرت موسیٰ علیہ السلام و حضرت ہارون علیہ السلام کا کچھ ترکہ	۱۱۴
۱۵۷	۲۴۹	۲	طالوت کی قیادت میں بنی اسرائیل کی آزمائش	۱۱۵
۱۵۷	۲۴۹	۲	اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے	۱۱۶
۱۵۹	۲۵۱	۲	اللہ تعالیٰ تمام جہانوں پر فضل فرمانے والا ہے	۱۱۷
۱۵۹	۲۵۲	۲	حضرت داؤد علیہ السلام کی جالوت سے جنگ	۱۱۸
۱۶۲	۲۵۳	۲	(**پارہ نمبر 3**) رسولوں کی ایک دوسرے پر فضیلت	۱۱۹
۱۶۲	۲۵۳	۲	اللہ تعالیٰ وہی کرتا ہے جس کا ارادہ فرماتا ہے	۱۲۰
۱۶۵	۲۵۴	۲	اللہ کی راہ میں خرچ کرنیکی ترغیب	۱۲۱
۱۶۶	۲۵۵	۲	اللہ کی صفات کا ذکر (آیۃ الکرسی)	۱۲۲
۱۶۷	۲۵۶	۲	''دین میں جبر نہیں'' کا مفہوم	۱۲۳
۱۶۷	۲۵۶	۲	اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا، بہت جاننے والا ہے	۱۲۴

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۱۲۵	اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو دیکھنے والا ہے	۲	۲۵۶	۱۶۷
۱۲۶	مومن کی اچھائی اور کافر کی برائی	۲	۲۵۷	۱۷۰
۱۲۷	حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نمرود کا مباحثہ	۲	۲۵۸	۱۷۱
۱۲۸	اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا	۲	۲۵۸	۱۷۱
۱۲۹	حضرت عزیر علیہ السلام کو موت کے بعد زندگی بخشنا	۲	۲۵۹	۱۷۳
۱۳۰	اللہ تعالیٰ ہر شی پر قادر ہے	۲	۲۵۹	۱۵۳
۱۳۱	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا موت کے بعد حیات کا مشاہدہ	۲	۲۶۰	۱۷۵
۱۳۲	اللہ تعالیٰ بہت غالب ہے بڑی حکمت والا ہے	۲	۲۶۰	۱۷۵
۱۳۳	اللہ کی راہ میں خرچ کرنیکی فضیلت	۲	۲۶۱	۱۷۷
۱۳۴	اللہ تعالیٰ وسعت والا ہے اور سب کچھ جانتا ہے	۲	۲۶۱	۱۷۷
۱۳۵	صدقہ کر کے احسان نہ جتانے کا حکم	۲	۲۶۲	۱۷۷
۱۳۶	بھلی بات اور درگزر بھی صدقہ ہے	۲	۲۶۳	۱۷۷
۱۳۷	اللہ تعالیٰ بے نیاز اور حلم والا ہے	۲	۲۶۳	۷۷۱
۱۳۸	صدقہ کو احسان جتا کر ضائع کردینا	۲	۲۶۴	۱۷۹
۱۳۹	اللہ تعالیٰ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا	۲	۲۶۴	۱۷۹
۱۴۰	مالوں کو رضائے الٰہی کیلئے خرچ کرنا	۲	۲۶۵	۱۸۰
۱۴۱	اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو دیکھنے والا ہے	۲	۲۶۵	۱۸۰
۱۴۲	صدقہ کو ضائع ہونے سے بچانا	۲	۲۶۶	۱۸۲

صفحہ نمبر	آیت نمبر	سورۃ	مضامین	نمبر شمار
۱۸۴	۲۶۷	۲	بہترین چیز کو صدقہ کرنیکی ترغیب	۱۴۳
۱۸۴	۲۶۷	۲	اللہ تعالیٰ بے نیاز اور بے حد تعریف کیا ہوا ہے	۱۴۴
۱۸۴	۲۶۸	۲	اللہ تعالیٰ وسعت والا ہے اور سب کچھ جانتا ہے	۱۴۵
۱۸۴	۲۶۹	۲	''حکمت'' خیر کثیر ہے	۱۴۶
۱۸۷	۲۷۰	۲	نذر ماننے کا بیان	۱۴۷
۱۸۷	۲۷۱	۲	صدقہ کو اعلانیہ یا چھپا کر دیا جاسکتا ہے	۱۴۸
۱۸۹	۲۷۲	۲	خرچ صرف رضائے الٰہی کیلئے ہو	۱۴۹
۱۹۰	۲۷۳	۲	صدقہ کے سب سے زیادہ مستحق افراد	۱۵۰
۱۹۳	۲۷۵	۲	سود خوروں کا انجام	۱۵۱
۱۹۳	۲۷۶	۲	اللہ تعالیٰ کسی ناشکرے گنہگار کو پسند نہیں فرماتا	۱۵۲
۱۹۷	۲۷۷	۲	ایمان والوں کیلئے اعمال صالحہ کا اجر	۱۵۳
۱۹۷	۲۷۹	۲	اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کا اعلان	۱۵۴
۱۹۹	۲۸۰	۲	تنگدست مقروض کو مہلت دینا	۱۵۵
۱۹۹	۲۸۰	۲	قرض معاف کرنے کی فضیلت	۱۵۶
۲۰۰	۲۸۲	۲	لین دین کے معاملات کو لکھنے کا حکم	۱۵۷
۲۰۲	۲۸۲	۲	لکھتے وقت گواہ بنانا ضروری ہیں	۱۵۸
۲۰۳	۲۸۲	۲	خرید و فروخت کے وقت گواہ بنانا	۱۵۹
۲۰۴	۲۸۲	۲	اللہ تعالیٰ ہر شے کو بہت جانتا ہے	۱۶۰

نمبر شمار	مضامین	سورة	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۱۶۱	لین دین سے متعلقہ تفصیلی ہدایات	۲	۲۸۳	۲۰۵
۱۶۲	اللہ دلوں کے بھید سے واقف ہے	۲	۲۸۴	۲۰۷
۱۶۳	اللہ تعالیٰ ہر شی پر قادر ہے	۲	۲۸۴	۲۰۷
۱۶۴	سورۂ بقرہ کی آخری دو آیات کی فضیلت	۲	۲۸۵	۲۰۹
۱۶۵		۲	۲۸۶	۲۰۹
۱۶۶	سورۂ آل عمران کا تعارف			۲۱۲
۱۶۷	عیسائیوں کے غلط عقائد کی تردید	۳	۱ تا ۴	۲۱۵
۱۶۸	اللہ تعالیٰ غالب انتقام لینے والا ہے	۳	۴	۲۱۵
۱۶۹	اللہ تعالیٰ بہت غالب ہے بڑی حکمت والا ہے	۳	۶	۲۱۵
۱۷۰	محکم اور متشابہ آیات کا بیان	۳	۷	۲۱۸
۱۷۱	ہدایت کے بعد استقامت کی دُعا	۳	۸	۲۲۱
۱۷۲	اللہ تعالیٰ وعدے کے خلاف نہیں کرتا	۳	۹	۲۲۱
۱۷۳	کفار کے حالات	۳	۱۱	۲۲۲
۱۷۴	میدان بدر میں اللہ کی نصرت	۳	۱۳	۲۲۴
۱۷۵	دنیا میں مرغوب چیزوں کا بیان	۳	۱۴	۲۲۵
۱۷۶	اللہ تعالیٰ ہی کے پاس اچھا ٹھکانہ ہے	۳	۱۴	۲۲۵
۱۷۷	جنت کی لازوال نعمتیں	۳	۱۵	۲۲۷
۱۷۸	متقین کی صفات	۳	۱۷	۲۲۸

صفحہ نمبر	آیت نمبر	سورۃ	مضامین	نمبر شمار
۲۲۹	۱۸	۳	کائنات کی ہر چیز خدا کی وحدانیت پر گواہ	۱۷۹
۲۲۹	۱۸	۳	اللہ تعالیٰ بہت غالب ہے بڑی حکمت والا ہے	۱۸۰
۲۳۱	۱۹	۳	''دین اسلام'' سب سے بہتر دین ہے	۱۸۱
۲۳۱	۱۹	۳	اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے	۱۸۲
۲۳۳	۲۰	۳	مخالفین اسلام کو واضح جواب	۱۸۳
۲۳۴	۲۱	۳	مخالفین ومنکرین کی تین عادات	۱۸۴
۲۳۵	۲۳	۳	کتاب اللہ سے روگردانی اور سرکشی	۱۸۵
۲۳۷	۲۶	۳	ملک کا مالک اللہ تعالیٰ ہے	۱۸۶
۲۳۷	۲۶	۳	اللہ تعالیٰ ہر شی پر قادر ہے	۱۸۷
۲۳۸	۲۷	۳	عظیم کمالاتِ قدرت	۱۸۸
۲۳۸	۲۷	۳	اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے	۱۸۹
۲۳۹	۲۸	۳	کفار سے دوستی کی سخت ممانعت	۱۹۰
۲۴۱	۲۹	۳	اللہ تعالیٰ ہر شی پر قادر ہے	۱۹۱
۲۴۱	۳۰	۳	اللہ تعالیٰ بندوں پر بہت مہربان ہے	۱۹۲
۲۴۲	۳۱	۳	اللہ تعالیٰ کی محبت کے سچے دعویدار	۱۹۳
۲۴۲	۳۲	۳	اللہ تعالیٰ کافروں کو دوست نہیں رکھتا	۱۹۴
۲۴۴	۳۳	۳	انبیاء علیہم السلام کی عظمت وبرتری	۱۹۵
۲۴۴	۳۴	۳	اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا، بہت جاننے والا ہے	۱۹۶

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۱۹۷	حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ کی نذر	۳	۳۵	۲۴۶
۱۹۸	حضرت مریم علیہا السلام کی کفالت	۳	۳۷	۲۴۸
۱۹۹	اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے	۳	۳۷	۲۴۸
۲۰۰	حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا	۳	۳۸	۲۵۰
۲۰۱	حضرت یحییٰ علیہ السلام کی صفات کا ذکر	۳	۳۹	۲۵۰
۲۰۲	اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے	۳	۴۰	۲۵۲
۲۰۳	حضرت زکریا علیہ السلام کیلئے نشانی کا عطا ہونا	۳	۴۱	۲۵۲
۲۰۴	حضرت مریم علیہا السلام کی فضیلت	۳	۴۲	۲۵۳
۲۰۵	انبیاء کو غیب کی خبروں کی اطلاع	۳	۴۴	۲۵۵
۲۰۶	حضرت مریم علیہا السلام کو عیسیٰ علیہ السلام کی خوشخبری	۳	۴۵	۲۵۶
۲۰۷	حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انعامات الٰہیہ	۳	۴۸	۲۵۸
۲۰۸	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا ذکر	۳	۴۹	۲۵۸
۲۰۹	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا توراۃ کی تصدیق کرنا	۳	۵۰	۲۶۱
۲۱۰	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حواریوں کو پکارنا	۳	۵۲	۲۶۲
۲۱۱	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کی سازش	۳	۵۴	۲۶۲
۲۱۲	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھانا	۳	۵۵	۲۶۳
۲۱۳	کفار کو دنیا و آخرت میں عذاب	۳	۵۶	۲۶۶
۲۱۴	حضرت آدم علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام میں مماثلت	۳	۵۹	۲۶۷

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۲۱۵	عیسائیوں کا حضور ﷺ کیساتھ مباہلہ	۳	۶۱	۲۶۷
۲۱۶	اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں کو خوب جانتا ہے	۳	۶۳	۲۶۹
۲۱۷	غیروں کو قریب کرنے کا اندازِ حکیمانہ	۳	۶۴	۲۷۰
۲۱۸	حضرت ابراہیم علیہ السلام یہودی یا عیسائی؟	۳	۶۵	۲۷۲
۲۱۹	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دین	۳	۶۷	۲۷۳
۲۲۰	اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا مددگار ہے	۳	۶۸	۲۷۳
۲۲۱	مسلمانوں کو گمراہ کرنے کیلئے کفار کے حیلے بہانے	۳	۶۹	۲۷۴
۲۲۲	یہودیوں کی چال بازیاں	۳	۷۲	۲۷۵
۲۲۳	اہل کتاب دیانتدار بھی ہیں اور شاطر بھی	۳	۷۵	۲۷۷
۲۲۴	اللہ تعالیٰ متقین سے محبت فرمانے والا ہے۔	۳	۷۶	۲۷۷
۲۲۵	عہد شکنی اور جھوٹی قسمیں گناہِ کبیرہ ہے	۳	۷۷	۲۷۸
۲۲۶	یہود کا کتاب میں تحریف کرنا	۳	۷۸	۲۷۹
۲۲۷	انبیاء علیہم السلام پر یہود کے جھوٹے الزامات	۳	۷۹	۲۸۰
۲۲۸	حضور ﷺ کے بارہ میں انبیاء سے لیا گیا عہد	۳	۸۱	۲۸۲
۲۲۹	یہود کو دعوتِ فکر	۳	۸۳	۲۸۴
۲۳۰	تمام انبیاء اور کتب الٰہیہ پر ایمان لانا ضروری ہے	۳	۸۴	۲۸۵
۲۳۱	مرتد ہونے کے بعد قبول اسلام	۳	۸۶	۲۸۷
۲۳۲	کفر و شرک پر مرنے والوں کا انجام	۳	۹۱	۲۸۹

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ۭ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا ۣ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ۝

صدق اللہ العظیم

یہ رسول ہیں ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے ان میں سے کسی سے اللہ نے کلام فرمایا اور ان میں سے بعض کے درجات بلند فرمائے اور ہم نے عیسٰی ابن مریم کو واضح نشانات دیئے اور ہم نے روح القدس (جبریل علیہ السلام) سے ان کی مدد فرمائی اگر اللہ چاہتا تو ان کے بعد آنے والے واضح نشانات ملنے کے بعد ایک دوسرے سے لڑائی نہ کرتے لیکن انہوں نے اختلاف کیا ان میں سے کوئی ایمان لے آئے اور کسی نے کفر کیا۔ اگر اللہ چاہتا تو وہ آپس میں قتال نہ کرتے لیکن اللہ وہی کرتا ہے جس کا ارادہ فرماتا ہے۔ (۲۵۳)

تفسیر

تمام رسول بحیثیت رسول ہونے کے برابر ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعض پر کئی درجات سے فضیلت بخشی ہے کمالات وفضائل میں ایک دوسرے پر فضیلت رکھتے ہیں مثلاً جناب موسٰی علیہ السلام کو طور پر کلام سے سرفراز فرمایا گیا حضور ﷺ کو اپنی زیارت سے بھی نوازا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کو چند ایک معجزات سے نوازا مگر حضور ﷺ کے معجزات ہزاروں لاکھوں سے آگے گزر گئے، ہر نبی اللہ کی کسی نہ کسی ایک صفت کا مظہر رہا مگر حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کے مظہر بنے۔ ہر نبی کسی نہ کسی علاقہ خطہ کی طرف مبعوث ہوا مگر حضور ﷺ پوری کائنات کے رسول بن کر آئے۔

تمام انبیاء علیہم السلام انسانوں کے رسول بنا کر بھیجے گئے مگر حضور ﷺ پوری مخلوق کے رسول بن کر

آئے، جیسے ارشاد فرمایا ''ارسلت الی لخلق کافة'' (میں پوری مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں)لفظ ''خلق'' اس کی وضاحت کرتا ہے چاند، سورج، پتھر، درخت، پرند، چرند اور حشرات الارض سب نے آپ ﷺ کا حکم مانا، یہ رسالت عامہ کی واضح دلیل ہے۔

اس آیہ کریمہ میں یہ نہیں فرمایا گیا کہ حضور ﷺ کتنے درجات زیادہ رکھتے ہیں بلکہ پتہ چلا کہ آپ کے درجات کا شمار ہے ہی نہیں۔ حضور ﷺ سب نبیوں سے افضل واعلیٰ ہیں۔ اس آیہ مبارکہ سے واضح ہے حضور ﷺ کی اطاعت کو رب قدوس نے اپنی اطاعت فرمایا ہے۔ حضور ﷺ کی عظمت تمام انبیاء علیہم السلام پر اس طرح بھی واضح ہے کہ اللہ تعالی نے حضور ﷺ کی بیعت کو اپنی بیعت قرار دیا ہے۔ حضور ﷺ کی عظمت اس طرح بھی واضح ہے یہ قیامت کے دن تمام انبیاء علیہم السلام تمام مخلوق کو حضور ﷺ کی طرف بھیجیں گے۔ ''اذهبو الی غیری'' آگے جاؤ۔ اس وقت حضور ﷺ ہی ہیں خود فرمائیں گے ''انا لها'' میں اسی لئے ہوں۔

''فضلنا بعضهم علی بعض'' کے ارشاد سے واضح ہے انبیاء علیہم السلام درجات میں مختلف ہیں حضور ﷺ سب سے افضل واعلی ہیں۔ اس آیہ مبارکہ میں عیسی علیہ السلام کا بطور خاص ذکر فرمایا گیا کہ آپ بنی اسرائیل میں جلیل القدر نبی ہوئے ہیں۔ بغیر باپ کے پیدا ہونا، مردوں کو زندہ کرنا، کوڑھیوں کو شفاء بخشا ان کے کمالات ہیں مگر ان کمالات کو دیکھ کر انہیں خدا کہنا، خدا کا بیٹا کہنا غلط ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کو مریم رضی اللہ تعالی عنہا کا بیٹا فرما کر ان کے خدا ہونے کی تردید کردی گئی ہے۔ حضرت جبریل علیہ السلام کے ساتھ ان کی مدد کر کے ان کی عظمت فرمائی گئی ہے کہ یہود نے ان پر جس قدر الزامات لگائے، نبوت کا انکار کیا، قتل کے منصوبے بنائے یہ سارے ان کے گمراہ نظریات کے سبب ہوئے عیسی علیہ السلام اللہ جل مجدہ کے سچے رسول اور ابن مریم ہیں۔

آیہ مبارکہ نمبر ۲۵۳ ''ولو شاء اللّٰه مااقتتل الذین من بعدهم '' (اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ان کے بعد والے نہ لڑتے'' جس کا معنی یہ ہے اگر اللہ چاہتا تو وہ لوگ نہ اختلاف کرتے اور نہ بعض لوگ مخالف

ہوتے، اور اللہ تعالیٰ سب کو جبراً مسلمان کر دیتا کبھی کوئی شخص نبی کا مخالف نہ ہوتا اور نہ کافر ہوتا مگر یہ چیز اللہ تعالیٰ کی حکمت کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے گمراہی پیدا کی، شیطان اس کی طرف بلاتا ہے اور انبیاء علیہم السلام روانہ فرمائے جو لوگوں کو حق کی دعوت دیتے ہیں اور انسان کو عقل، فکر اور سمجھ سے نوازا۔ سچ اور جھوٹ میں فرق کرنے کا شعور بخشا تا کہ یہ واضح ہو جائے کہ کتنے لوگ انبیاء علیہم السلام کے راستے پر ہوتے ہیں اور سیدھی راہ اختیار کرتے ہیں۔ اور کتنے لوگ نفس و شیطان کے پوجاری بن کر رب سے دور ہوتے ہیں۔

اس آیہ مبارکہ سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندے کو کچھ اختیار سے بھی نوازا ہے مگر اس کا اختیار اتنا بڑا نہیں کہ قدرت کا مقابلہ کر سکے اس کی قوت اس قدر غالب ہے کہ جو چاہے کر سکتا ہے۔ اس آیہ مبارکہ سے یہ تصور کر لینا صحیح نہ ہوگا کہ انسان محض مجبور ہے۔ وہ بعض معاملات میں مجبور ہے اور بہت سے معاملات میں مختار بھی ہے۔ اور یہ جزا، سزا کا مسئلہ اس کے اختیار کے پہلو سے ہی تعلق رکھتا ہے۔ بعض جاہل لوگوں کا یہ کہنا کہ اگر اللہ نہ چاہتا تو میں جرم کیسے کر لیتا میرا جرم کرنا اس کی رضا سے ہی ہے۔ (معاذ اللہ) چاہنا اور ہے راضی ہونا اور ہے۔ باپ اپنے بچوں کو دس دس روپے دیتا ہے اور کہتا ہے جاؤ خرچ کر لو، وہ اپنے ان بچوں سے تو خوش ہوگا جنہوں نے یہ پیسے اچھی جگہ خرچ کئے ہیں اور ان پر ناراض ہوگا جنہوں نے بری جگہ خرچ کئے اب باپ بری جگہ خرچ کرنے والوں کو سزا دیتا ہے۔ کوئی کہے پیسے تو نے خود دئے تھے اب مارتا کیوں ہے؟ تو یہ غلط ہوگا کہ رقم تو اس نے اپنے چاہنے سے ہی دی تھی۔ مگر وہ رقم غلط کاموں پر خرچ کرنے میں راضی تو نہیں تھا۔ عقل، فکر اللہ تعالیٰ نے خود عطا کی مگر اس دولت کے غلط کاموں پر خرچ کرنے سے وہ راضی تو نہیں۔ مشیت اور رضا میں فرق نہ کیا جائے تو یہ غلط فہمی ہوگی ورنہ نہیں۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ؕ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۵۴﴾

صدق اللہ العظیم

اے ایمان والو! خرچ کروان چیزوں میں سے جو ہم نے تمہیں دی ہیں اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس میں نہ خرید و فروخت ہوگی نہ (کفار) کیلئے دوستی ہوگی۔ اور نہ ہی (ان کیلئے) شفاعت ہوگی اور کفار ہی ظالم ہے۔ (۲۵۴)

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں ایمانداروں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی طرف توجہ دلائی جارہی ہے۔ اور بتایا جارہا ہے کہ تمہارے پاس جو بھی مال و دولت ہے وہ سب کچھ ہم نے ہی تمہیں دیا ہے ہاں تمہیں مال خرچ کرنے میں زندگی میں مہلت ہے نہ معلوم زندگی کب ختم ہوجائے۔ اس دن کے آنے سے پہلے خرچ کرلو جس دن خرید وفروخت نہ ہوسکے گی اور نہ ہی اُس دن دنیا والے تعلقات کام آسکیں گے اور نہ ہی کسی کی سفارش ہوگی۔

اس سے پہلی آیات میں مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دلائی گئی تھی اب اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا فرمایا گیا ہے۔ اس خرچ سے مراد وہ جہاد میں خرچ کرنا بھی ہے اور صدقہ زکوۃ کا خرچ کرنا بھی۔ قیامت کے دن آنے سے پہلے خرچ کرنے کا فرمایا جارہا ہے۔ دنیا میں رہ کر آخرت کو بہتر بنانے کا فرمایا گیا ہے اس آیہ مبارکہ میں جو ذکر ہے کہ قیامت کے دن کسی شخص کی دوستی کام نہیں آئے گی اور نہ ہی کسی کی سفارش کام آئے گی یہ وعید صرف کفار کے لئے ہے اور مسلمانوں کی دوستی مسلمانوں کے لئے کام آئے گی اور سفارش بھی قرآن مقدس نے سورہ الزخرف میں اسکی وضاحت فرمائی ہے۔ متقین کے علاوہ دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ۬ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّ لَا نَوْمٌ ؕ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ ؕ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ ۚ وَ لَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ ۚ وَ لَا یَـٴُـوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَ هُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ۝

صدق اللہ العظیم

اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ خود زندہ ہے اوروں کو قائم رکھنے والا ہے نہ اس کو اونگھ آتی ہے نہ نیند۔اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں،کون ہے جو اس کے ہاں سفارش کر سکے بغیر اس کی اجازت کے ،جانتا ہے جو ان سے پہلے ہو چکا اور جو اس کے بعد ہونے والا ہے،وہ نہیں گھیر سکتے کسی چیز کو اس کے علم سے مگر جتنا وہ چاہے،گھیر رکھا ہے اسکی کرسی نے آسمانوں کو اور زمین کو اور نہیں تھکاتی اسے زمین و آسمان کی حفاظت اور وہی ہے سب سے بلند عظمت والا۔(۲۵۵)

تفسیر

اسے ’’آیۃ الکرسی‘‘ کہا جاتا ہے۔احادیث طیبہ میں اس کے بہت سے فضائل آتے ہیں۔ایک حدیث شریف میں ہے جسے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الجامع الصحیح للبخاری میں نقل کیا ہے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ ﷺ نے مالِ زکوۃ کی حفاظت پر مامور کیا،ایک شخص آیا اس نے مال لیا میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا میں تجھے رسول اللہ ﷺ کی طرف لے جاؤں گا اس نے میری منت سماجت کی،اور کہا میں غریب ہوں سخت ضرورت مند ہوں (میں نے اس پر ترس کھایا اور چھوڑ دیا) میں صبح دربار نبوی میں حاضر ہوا تو حضور ﷺ نے مجھے فرمایا تیرے رات کے قیدی کا کیا ہوا،میں نے ساری تفصیل سنادی۔حضور ﷺ نے فرمایا وہ جھوٹا ہے وہ پھر آئے گا چنانچہ وہ اگلی رات

پھر آیا اور مال چرانے لگا میں نے پکڑ لیا اور کہا تجھے حضور ﷺ کی بارگاہ میں لے جاؤں گا اس نے حسب سابق پھر منت سماجت کی میں نے از راہ ترس پھر چھوڑ دیا جب صبح کو دربار نبوی میں حاضر ہوا تو حضور ﷺ نے فرمایا وہ کل پھر آئے گا۔ چنانچہ تیسری رات وہ پھر آیا اور مال اٹھایا میں نے پکڑ لیا اور کہا بس یہ آخری باری تھی اب تجھے بہر حال حضور ﷺ تک لے جاؤں گا۔ اس نے کہا مجھے چھوڑ دو میں تمہیں چند ایسے کلمات سکھاتا ہوں جو تیرے لئے مفید ہوں گے تیری حفاظت کریں گے۔ میں نے پوچھا وہ کون سے کلمات ہیں تو اس نے کہا سوتے وقت ''آیۃ الکرسی'' پڑھ لیا کر اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے گا۔ اور شیطان تمہارے ہاں نہیں آئے گا۔ حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں میں صبح کو دربار نبوی میں حاضر ہوا آپ ﷺ نے فرمایا، تھا تو وہ جھوٹا مگر بات سچی کر گیا۔ (وہ شیطان تھا اور شیطان آیۃ الکرسی سے بھاگتا ہے)

اس آیۃ الکرسی کے فضائل میں حضور ﷺ کا ایک دوسرا ارشاد اس طرح ملتا ہے ''جس نے ہر فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھی، فوت ہونے کے بعد اسے جنت میں جانے سے کوئی نہیں روک سکتا۔ ایک اور ارشاد اس طرح ملتا ہے قرآن مقدس کی سب سے عظیم الشان آیت ''آیۃ الکرسی'' ہے۔ سیدنا قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک روایت اس طرح ملتی ہے جو شخص بستر پر لیٹ کر آیۃ الکرسی پڑھتا ہے صبح تک دو فرشتے اسکی حفاظت کرتے رہتے ہیں۔

وَصلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۙ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۗ لَا انْفِصَامَ لَهَا ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۵۶﴾ صدق اللہ العظیم

دین میں جبر نہیں، بے شک ہدایت گمراہی سے واضح ہو چکی ہے جو شخص شیطان کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لے آئے تو اس نے ایسا مضبوط رستہ پکڑ لیا جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں اور اللہ خوب سننے والا ہے اور جاننے والا ہے۔ (۲۵۶)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ (آیۃ الکرسی) میں اللہ تعالی عزوجل کی صفات کا ذکر ہوا کہ وہ حی ہے قیوم ہے اسے اونگھ، نیند نہیں، اس کی کرسی نے زمین وآسمان کا احاطہ کررکھا ہے۔ زمین وآسمان کی حفاظت اس پر گراں نہیں وہ بلندو بالا ہے۔ اب اس کی قدرت کاملہ کا علم ہو جانے کے بعد انسان کو اسے ماننے اور تسلیم کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں کہ حق واضح ہو گیا قدرت ظاہر ہوگئی، اب فرمایا گیا اُسے اس حقیقت کو ماننے کے لئے کسی جبر واکراہ کی ضرورت نہیں۔ کسی شخص کو اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا جاتا حتی کہ اگر کسی کو ڈرا، دھمکا کر کلمہ پڑھا بھی لیا گیا تو اس کا یہ اسلام بارگاہ رب العزت میں قبول نہیں ہوگا کیونکہ دل سے نہیں مانا اور اسلام زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق کا نام ہے۔

اس آیہ مبارکہ کے اترنے کا سبب ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ اس طرح بیان کرتے ہیں قبیلہ انصار کے ایک شخص کے دو بچے عیسائی تھے وہ شخص خود مسلمان تھا، اس نے حضور ﷺ سے عرض کی حضور میں اپنے بیٹوں کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کردوں تو یہ آیہ مبارکہ نازل ہوئی کہ دین میں جبر نہیں۔ اس پر یہ اعتراض بے معنی ہوگا کہ کفار کو اسلام قبول کرنے سے انکار پر قتل کیوں کیا جاتا ہے۔ اسلام میں پہلے کفار کو تبلیغ کا حکم ہے، نہ مانے تو جزیہ کا حکم ہے اس پر بھی سرکشی ہو تو قتل ہے۔ جیسے پھوڑے کا علاج مرہم ہے اس سے بھی ٹھیک نہ ہو تو نشتر ہے۔ نشتر سے بھی زہر نہ رکا، بڑھتا گیا تو اس زہریلے پھوڑے کا علاج عضو کا کاٹنا ہے کہ یہ کوئی زیادتی نہیں، ٹھیک علاج ہے ورنہ یہ زہر سارے جسم میں پھیل کر بندے کو ہلاک کردے گا۔

کفر کا پہلا علاج تبلیغ ہے، اصلاح نہ ہو تو مرہم ہے (جزیہ) اس سے بھی درست نہ ہو تو جنگ ہے اس سے بھی صحت نہ ہو تو اس کا قتل ہے کہ ملت اسلامیہ کے وجود پر کفر زہریلا پھوڑا ہے جو مختلف علاجوں سے درست نہیں ہوا۔ آخری علاج اس عضو کا کاٹنا ہی ہے کہ ملت اسلامیہ کا وجود بچ سکے۔ جیسے ملک کے غدار کی سزا قتل ہے ایسے ہی اسلام کے غدار کا قتل بھی عین انصاف ہے کسی قسم کی زیادتی نہیں، جبر نہیں۔

مخالفین اسلام یہ بات بھول گئے کہ اسلام تو دین کی تبلیغ کا حکم دیتا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ''بلغو عنی ولو آیہ '' (میری طرف سے پہنچاؤ وہ ایک ہی آیت کیوں نہ ہو) کسی کا ماننا یا نہ ماننا مبلغ کی ذمہ داری نہیں تو جبر سے فائدہ کیا ہوگا۔ کاش اسلام پر جبر کا الزام لگانے والے قرآن مقدس کے اس ارشاد کو پڑھ لیں ''فمن شاء فلیومن ومن شاء فلیکفر '' (الکھف) (جس کا جی چاہے ایمان لے آئے جو نہ چاہے نہ مانے) کاش اسلام کے اس ضابطہ پر بھی مخالف کی نظر پڑتی کہ عمل کی قبولیت کے لئے اخلاص کا ہونا ضروری ہے اگر کسی کو مجبور کر کے مسلمان کیا گیا تو اس میں اخلاص پیدا ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تو جبر کرنے کا فائدہ کیا ہوا؟

پھر اس اعتراض کے جواب کیلئے قرآن مقدس کا یہ حکم کافی ہے ''ادع الی سبیل ربك باالحکمة والموعظة الحسنه '' (اے محبوب! ﷺ آپ لوگوں کو اپنے رب کی طرف ناصحانہ اور حکیمانہ انداز میں دعوت دیتے رہیں یہی عنوان دوسری جگہ پر اس طرح ملتا ہے ''فذکر انما انت مذکر لست علیھم بمصیطر '' (اے محبوب پاک! (ﷺ) آپ ان کو سمجھاتے رہیں آپ کا کام تو سمجھانا ہی ہے آپ انہیں زبردستی منوانے کے پابند نہیں)۔ یہی عنوان سورۃ المائدہ میں اس طرح ملتا ہے ''وما علی الرسول الا البلاغ '' (رسول کے ذمہ صرف حکم پہنچا دینا ہے) خدا برا کرے تعصب کا اور برباد ہو ہٹ دھرمی کہ اس قدر واضح اور کھلے دلائل کے ہوتے ہوئے بھی دشمنان دین نے اسلام پر جبر واکراہ کا الزام لگایا ہے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالی نے ایک عیسائی بڑھیا کو اسلام کی دعوت دی اس نے کہا میں قریب المرگ بڑھیا ہوں آخری وقت اپنا دین کیوں چھوڑ دوں آپ نے فرمایا ''لا اکراہ فی الدین''

وَصلّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِہٖ وَاَصحَابِہٖ بِعَدِدِ خَلْقِہٖ

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ
الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۗ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰۗـُٔــهُمُ
الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى
الظُّلُمٰتِ ۗ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا
خٰلِدُوْنَ ۝

صدق اللہ العظیم

اللہ ایمان والوں کا مددگار ہے انہیں اندھیرے سے روشنی کی طرف نکالتا ہے جن لوگوں نے کفر کیا ان کے دوست شیطان ہیں وہ انہیں روشنی سے اندھیروں کی طرف لے جاتے ہیں اور وہی لوگ دوزخی ہیں اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ (۲۵۷)

تفسیر

اس سے پہلی آیہ مبارکہ میں اسلام کے مضبوط ہونے اور کفر کے کمزور ہونے کا ذکر ہے۔ اس آیہ مبارکہ میں مومن کی اچھائی اور کافر کی برائی کا ذکر فرمایا گیا ہے بتایا گیا ہے مسلمان کا نظریہ، عقیدہ اور دین مضبوط ہے جس کے ٹوٹنے کا تصور بھی نہیں، یہ عقیدہ اسلام دنیا قبر، حشر، نشر ہر جگہ مفید ہے کارآمد ہے، مسلمانوں کا مددگار رب قدوس ہے جو ہر جگہ، ہر دکھ، ہر پریشانی میں مدد فرماتا ہے۔ کافر کے کئی شیطاطین مددگار ہیں مگر بے فائدہ، بے سود۔ قیامت کے دن کفار اور ان کے باطل معبود سبھی جہنم کا ایندھن ہوں گے، اللہ ایمانداروں کو حق کی روشنی کی طرف بلاتا ہے اور شیاطین گمراہی و بطلان کی طرف لے جاتے ہیں۔ اس آیہ مبارکہ میں مسلمانوں کے مضبوط عقیدے اور صحیح نظریہ کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ مسلمان دنیا، آخرت میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مضبوط ہیں، ثابت قدم ہیں، ان کی مشکلات میں اللہ ان کا مددگار ہے کہ انہیں اپنے فضل و کرم سے کفر شرک کے اندھیرے سے بچا کر ایمان و یقین کی روشنی میں محفوظ کرتا ہے۔

کفار کی کمزوری کا ذکر کیا گیا ہے کہ انہیں قدم قدم پر شیطان بہکا دیتا ہے اور کفر و شرک کے اندھیروں میں لے جاتا ہے جس کی وجہ سے ان کی دنیا بھی خراب اور آخرت بھی خراب ہے وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں

رہیں گے۔نور سے نکل کر اندھیرے میں آنے کی ایک تفسیر یہ بھی کی گئی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں جس قوم نے انہیں نبی مانا حق پر رہے، جب ہمارے رسول ﷺ تشریف لائے تو انہوں نے حضور ﷺ کا انکار کردیا، یہ روشنی سے اندھیرے میں آنا ہے ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی قوم حضور ﷺ کی آمد سے قبل آپ کے وسیلہ سے دعا مانگتی تھی اور دشمنوں پر فتح یاب ہوتی تھی اور جب حضور ﷺ جلوہ گر ہوئے تو شیطان کے گمراہ کرنے پر حضور ﷺ کا انکار کردیا۔اس طرح وہ روشنی سے اندھیرے میں چلے گئے یہ بھی معنی کیا گیا ہے کہ دین اسلام دین فطرت ہے، یہ نور ہے اُن لوگوں نے ''الست بربکم '' کے جواب میں ''بلٰی '' کہا۔دنیا میں آ کر اس نور سے نکل کر کفر اختیار کرلیا۔

وَصلّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِىْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِىْ رَبِّهٖۤ اَنْ
اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ۘ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّىَ الَّذِىْ
يُحْىٖ وَيُمِيْتُ ۙ قَالَ اَنَا اُحْىٖ وَاُمِيْتُ ؕ قَالَ
اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِىْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ
فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِىْ كَفَرَ ؕ
وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۚ

صدق اللہ العظیم

(اے محبوب) کیا آپ نے اس شخص کو نہیں دیکھا جس نے ابراہیم علیہ السلام سے ان کے رب کے متعلق جھگڑا کیا کہ اللہ نے اسے بادشاہی دی تھی جب ابراہیم علیہ السلام نے کہا میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔اس نے کہا میں زندہ کرتا ہوں، اور مارتا ہوں۔ابراہیم علیہ السلام نے کہا بے شک اللہ سورج کو مشرق سے نکالتا ہے (تو سچا ہے) تو اس کو مغرب سے لے آ، تو کافر مبہوت ہو گیا (جواب نہ دے سکا) اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔(۲۵۸)

تفسیر

نمرود نے ابراہیم علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کے وجود کے بارہ میں جھگڑا کیا تھا، وہ وجود باری تعالیٰ کا بھی منکر تھا چاہیئے تو یہ تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا احسان مانتا اور ابرہیم علیہ السلام کی نبوت کا قائل ہوتا، خدا کے وجود کو مانتا کہ اللہ نے اسے حکومت دی تھی اس نے بحث شروع کر دی۔ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اس نے بھی یہ دعویٰ کر دیا کہ میں بھی مارتا ہوں، زندہ کرتا ہوں۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ سورج کو مشرق سے نکالتا ہے اگر تو اپنے دعویٰ میں سچا ہے تو اسے مغرب سے لے آ، اس پر نمرود مبہوت ہو گیا یہ نہ کہہ سکا کہ تیرا خدا ہی اُسے مغرب سے نکالے وہ دلی طور متاثر ہو گیا تھا کہ جو مشرق سے نکال سکتا ہے وہ مغرب سے بھی نکال لے گا۔ اس کے دل میں یہ بات بلا اختیار آ گئی کہ خدا ضرور ہے اور ابراہیم علیہ السلام نبی ہیں اس کے کہنے پر ایسا ہو جائے گا کہ سورج مغرب سے ہی نکل آئے مگر اپنا نظام درہم برہم ہونے سے ڈر کر خاموش رہا۔

ابراہیم علیہ السلام اور نمرود کا مباحثہ اس طرح ہوا جو کوئی نمرود سے غلہ لینے آتا، اس سے پوچھتا تیرا رب کون ہے؟ وہ کہہ دیتا کہ تو ہے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام بھی آئے، نمرود نے آپ سے بھی یہی سوال کیا۔ جناب ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: میرا رب وہ ہے جو موت وحیات دیتا ہے، نمرود نے کہا یہ کام تو میں بھی کر لیتا ہوں۔ دو قیدی شخصوں کو منگوایا، ایک کو قتل کر دیا دوسرے کو چھوڑ دیا اور کہا یہی موت وحیات ہے۔ تو پھر خلیل علیہ السلام نے سمجھ لیا یہ بندہ غبی ہے، بات سمجھ نہیں سکتا پھر آپ نے سورج کو مغرب سے لانے کی بحث شروع کی جس سے وہ مبہوت ہو گیا اور ناکام ہو گیا۔ اس شرمندگی پر اُس نے ابراہیم علیہ السلام کو غلہ نہ دیا۔ آپ نے واپسی پر ایک ریت کے ٹیلے سے کپڑے میں کچھ ریت باندھ لی اور گھر آ کر رکھ دی۔ آپ کی اہلیہ نے گٹھڑی کو کھولا تو بہترین گندم تھی جو آپ نے پکائی۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے جان لیا یہ طعام اللہ کی طرف سے انہیں ملا ہے۔

ابراہیم علیہ السلام اور نمرود کے مباحثہ کے متعلق ایک روایت اس طرح ہے، خلیل علیہ السلام کو آگ سے نکال کر نمرود کے سامنے لایا گیا اور یہ سارا واقعہ پیش آیا۔

وَصلّی اللّٰہُ تعالیٰ علیٰ حبیبہٖ سیّدنا محمّدٍ وّعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ بعددِ خلقہٖ

اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا ۚ قَالَ اَنّٰى يُحْيٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ؕ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ؕ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ؕ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ۚ وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ؕ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ ۙ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۵۹﴾

صدق اللہ العظیم

یا اس شخص کی طرف جو بستی پر گزرا اور وہ بستی اپنی چھتوں پر گری ہوئی تھی (برباد تھی) (حیرانی) سے کہا اے اللہ اس بستی والوں کو مرنے کے بعد کیسے زندہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ نے اس پر سو برس تک موت طاری کردی پھر زندہ کر کے اٹھایا اور فرمایا تم نے کتنا عرصہ قیام کیا، اس نے کہا پورا دن یا دن کا کچھ حصہ، اللہ نے فرمایا تم یہاں پر سو سال ٹھہرے رہے۔ اپنے کھانے پینے کی اشیاء کو دیکھو وہ اب تک بدبودار بھی نہیں ہوئیں، اور اپنے گدھے کو دیکھو تاکہ ہم تجھے لوگوں کیلئے اپنی قدرت کی نشانی بنائیں، ہڈیوں کی طرف دیکھو کیسے ہم انہیں ملاتے ہیں اور پھر گوشت پہناتے ہیں (اور پھر جب موت کے بعد زندہ ہونا) واضح ہو گیا تو انہوں نے کہا میں یقین رکھتا ہوں کہ اللہ ہر شئ پر قادر ہے۔ (۲۵۹)

تفسیر

اس آیہ کریمہ میں جس شخص کا ذکر کیا گیا ہے وہ کون تھا؟ بعض نے کہا وہ ''ارمیا'' نبی تھا ایک بڑی تعداد نے حضرت عزیر علیہ السلام کا ذکر کیا ہے کہ آپ بیت المقدس سے گزرے جسے بخت نصر نے برباد کر دیا تھا یہ شخص بخت نصر عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ سے چھ سو سال پہلے ہوا اور بیت المقدس پر حملہ کر کے اسے برباد کیا بنی اسرائیل کو قتل کیا حضرت عزیر علیہ السلام اس اُجڑے شہر سے گزرے، شہر برباد تھا مگر باغات پھلوں سے لدے موجود تھے۔ آپ نے وہاں سے پھل کھائے اور برباد بستی پر نگاہ کر کے رب سے عرض کی اے اللہ اس برباد بستی کو بھی تو آباد کرے گا؟ قدرت کو یہ منظور ہوا کہ اس بستی کو آباد کر کے عزیر علیہ السلام کو دکھا دیا جائے۔ آپ نے اپنی خوراک کو سرہانے رکھا اور خود آرام کیلئے لیٹ گئے، اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند مسلط کر دی اور نیند کی حالت میں ہی جان قبض کر لی، ایک سو سال تک روح قبض رہی۔ اس دوران بخت نصر مر گیا اور اللہ تعالیٰ نے شاہان فارس میں سے کسی کو بیت المقدس پر قابض کیا اس نے اسے آباد کیا آپ صبح کے وقت سوئے تھے سو سال بعد جب آپ کو زندہ کیا گیا تو شام کا وقت تھا۔ رب قدوس نے آپ سے پوچھا آپ کتنی مدت سوئے رہے، عرض کی ایک دن یا کچھ حصہ تو فرمایا گیا نہیں، آپ سو سال ٹھہرے ہیں۔

دیکھئے آپ کی خوراک خراب نہیں ہوئی، رنگ و بو نہیں بدلے اور گدھا گل سڑ گیا ہے۔ آواز آئی ہڈیو! جمع ہو جاؤ۔ گوشت پوست کا لباس پہن لو پھر حکم دیا گیا زندہ ہو جاؤ تو گدھا زندہ ہو کر بولنے لگا، آپ نے قدرت کے اس عظیم واقعہ کو دیکھا اور عرض کی میں جانتا ہوں اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

پھر آپ اپنی اُسی سواری پر شہر میں گئے تو دیکھا بہت ہی بارونق ہے، لوگوں میں سے کوئی آپ کو پہچانتا نہیں تھا۔ اتفاق سے آپ نے ایک بڑھیا کو دیکھا اس سے پوچھا اماں تو جانتی ہے، عزیر کا مکان کدھر ہے۔ اس بوڑھی نے کہا یہ کون ہے، جو عزیر کا نام لے رہا ہے، اُسے تو گم ہوئے عرصہ گزر گیا۔ آپ نے فرمایا میں ہی عزیر ہوں۔ اس بوڑھی نے کہا اگر تو عزیر ہے تو دعا کر میری آنکھیں ٹھیک ہو جائیں اور تجھے دیکھوں کہ تو

ہی عزیر ہے۔ آپ نے دعا فرمائی وہ بینا ہوگئی اور وہ پہچان کر کہنے لگی واقعی آپ عزیر ہیں پھر یہ بوڑھی آپ کو بنی اسرائیل کی ایک مجلس میں لے گئی۔ جہاں آپ کے بوڑھے پوتے بھی موجود تھے، عزیر علیہ السلام کی اپنی عمر ۴۰ سال تھی اور پوتے بوڑھے ہو چکے تھے کہ آپ ایک سو سال تک بحالت موت رہے، پھر اُٹھائے گئے تو آپ اپنی اسی عمر ۴۰ سال میں اٹھالئے گئے تھے۔

بعض مفسرین نے یہ بھی کہا ہے کہ عزیر علیہ السلام پر موت طاری نہیں کی گئی تھی، نیند کی حالت میں ہی ایک سو سال رہے جسم میں حس وحرکت نہیں تھی۔ پھر ایک سو سال بعد جسم میں حس وحرکت لوٹا دی گئی، مگر اکثر مفسرین اسی کے قائل ہیں کہ آپ پر موت طاری کر دی گئی تھی۔ آپ نے جو فرمایا کہ میں ایک دن یا کچھ حصہ دن کا ٹھہرا ہوں چونکہ جب آپ سوئے تھے تو صبح کا وقت تھا، اللہ کی قدرت سے دوبارہ اُٹھے تو شام کا وقت تھا۔

وَصلَّى اللّٰهُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدِدِ خَلْقِہٖ

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی ؕ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ؕ قَالَ بَلٰی وَلٰكِنْ لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ ؕ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَیْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰی كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ یَاْتِیْنَكَ سَعْیًا ؕ وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ۠

اور (یاد رکھئے) جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب سے کہا، اے میرے رب مجھے دکھا تو مردوں کو کیسے زندہ کرتا ہے تو اللہ نے فرمایا کیا آپ کو یقین نہیں، عرض کی کیوں نہیں مگر تا کہ میرا دل مطمئن ہو جائے تو (اللہ نے) فرمایا چار پرندے لیں اور اُنہیں اپنے سے مانوس کر لیں (پھر ان کو ذبح کر کے) ان کے جسم کا ایک ایک ٹکڑا ہر پہاڑ پر رکھ دیں پھر انہیں بلایئے وہ آپ کے پاس دوڑتے ہوئے آجائیں گے اور یقین رکھئے، اللہ بہت غالب بڑی حکمت والا ہے۔ (۲۶۰)

صدق اللہ العظیم

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں حضرت عزیر علیہ السلام کو موت کے بعد جی اُٹھنے کا مشاہدہ کرانے کا ذکر ہے۔اس آیہ مبارکہ میں سیدنا خلیل علیہ السلام کے موت کے بعد حیات کے مشاہدہ کا ذکر ہے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کا موت کے بعد حیات کا سوال کرنا خدا پناہ شک کی بنا پر نہ تھا بلکہ اس حیات کی کیفیت کا مشاہدہ کرنا تھا اور اپنے علم الیقین کو عین الیقین کے درجہ تک پہنچانا چاہتے تھے تو بارگاہ قدس سے حکم ہوا کہ چار پرندے لے لیں اور اُنہیں اپنے سے مانوس کرلیں اور پھران پرندوں کو ذبح کردیں۔اُن کے پرنوچ ڈالیں،ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے انہیں ملا دیں اور پھر انہیں پہاڑوں پر ڈال دیں، پھران کو بلائیں تو وہ مختلف ملے جلے اعضاء الگ الگ ہو کر اپنی اپنی شکل اختیار کرلیں گے (یہ چار پرندے،مرغ،مور،کوا اور کبوتر تھے)

تفسیر روح المعانی میں حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت درج ہے،ابراہیم علیہ السلام نے ایسا ہی کیا پھران کو پکارا تو فوراً ہڈی سے ہڈی گوشت سے گوشت، پر سے پر مل ملا کر دوڑتے ہوئے ابراہیم علیہ السلام کے پاس آگئے۔رب قدوس نے فرمایا ابراہیم قیامت کے دن اسی طرح موت کے بعد حیات کا منظر ہوگا تمام مردہ اجسام میں روح ڈال دی جائے گی۔

''یاتینك سعیا'' کہ الفاظ سے معلوم ہوا یہ پرندے اُڑ کر نہیں،دوڑ کر آئے تھے چونکہ پرندے اُڑ کر آتے تو نظروں سے اوجھل ہو کر بدل جانے کا شبہ ہوسکتا ہے،اس پر چل کر آنے میں مشاہدہ کا مسئلہ صاف صاف واضح ہوتا ہے،مرنے کے بعد جی اُٹھنے میں جو کفار کو اشکال ہوا ہے وہ یہ ہے کہ انسان مرنے کے بعد مٹی ہو جاتا ہے پھر یہ مٹی کے ذرے بکھر جاتے ہیں کوئی کہیں کوئی کہیں،ان کا اکٹھے ہونا محال جانتے ہیں، یہ سمجھ سے دور ہے۔حالانکہ انسان کے وجود میں غور کیا جائے تو اس کی حیات کا سبب بھی تو ذرات ہی ہیں۔ انسان کا وجود بھی ساری کائنات میں بکھرے ہوئے ذرات کا مجموعہ ہے۔گوشت پوست کا بڑھنا مختلف ذرات سے ہی ہے،دودھ پیتا ہے تو کسی گائے،بھینس کے اجزاء میں اور جانوروں میں یہ اجزاء گھاس دانے

سے پیدا ہوئے اور پھر ساری دنیا میں پھرنے والی ہواؤں نے کہاں کہاں کے ذرات کو ان کی تربیت میں شامل کر دیا ہے۔ جس قدرت نے ان ذرات کو انسانی وجود میں جمع کر دیا ہے وہی ذات بابرکات مرنے کے بعد پھر بکھرے اجزاء کو جمع کر دے تو کیا مشکل ہے۔

وَصلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ
اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ
كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ۭ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ
لِمَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ اَلَّذِيْنَ
يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ
مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى ۙ لَّھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ
رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا ھُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝
قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ
صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى ۭ وَاللّٰهُ غَنِىٌّ حَلِيْمٌ ۝

صدق اللّٰہ العظیم

جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں ان کی مثال اس دانے کی ہے، جس نے سات ایسے خوشے اُگائے کہ ہر خوشے میں سات سو دانے ہیں اور اللہ جس کیلئے چاہے دگنا کر دیتا ہے اور اللہ بڑی وسعت والا ہے بہت علم والا ہے۔ (۲۶۱) جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں پھر اس پر احسان نہیں جتاتے اور نہ ہی تکلیف پہنچاتے ہیں ان کے رب کے پاس ان کا اجر ہے اور ان پر نہ کچھ خوف ہے نہ غمگین ہوں گے (۲۶۲) لوگوں سے اچھی بات کہنا اور درگزر کرنا اس صدقہ سے بہتر ہے جس سے تکلیف پہنچے اور اللہ بے نیاز اور حلم والا ہے۔ (۲۶۳)

تفسیر

پچھلی دو آیات مبارکہ میں مرنے کے بعد جی اُٹھنے پر دو دلائل فرمائے گئے ہیں۔ حضرت عزیر علیہ السلام کا سو سال کے بعد جی اُٹھنا سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا پرندوں کو ذبح کر کے پہاڑ پر رکھنا اور پھر ملانا،

پرندوں کا دوڑتے آجانا، یہ حیات بعد الممات کا اہم واقعہ تھا، اب اس آیہ مبارکہ میں بے جان دانے کا زمین سے اگنا اور اس سے خوشہ کا ہونا، اس میں سے سو دانے کا ہونا، اللہ چاہے تو اس سے بھی زیادہ ہونا، وہ وسعت والا ہے اور علم والا ہے، اس آیہ مبارکہ میں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والوں کو مثال فرمائی گئی ہے۔
ان کے صدقہ وخیرات کی مثال ویسی ہے جیسے زمین میں ایک دانا بویا جائے جس سے سات شاخیں پھوٹیں اور ہر شاخ میں ایک ایک بالی ہو اور ہر بالی میں سو سو دانے فرمایا گیا ہے جیسے دنیا میں ایک دانے سے سو سودانے حاصل ہوتے ہیں ایسے ہی قیامت کے دن ایک صدقہ سے سات سو تک حاصل ہوں گے حضور ﷺ نے فرمایا جہاد میں ایک روپیہ خرچ کرنے والے کو اس کے بدلہ میں سات سو ملیں گے۔ حضور ﷺ نے فرمایا صدقہ مشکلات کو دور کرتا ہے۔سخاوت ایسا درخت ہے جس کی جڑ جنت میں ہے اور شاخیں دنیا میں لٹکی ہیں جو کوئی اس شاخ کو پکڑے گا جنت میں چلا جائے گا اور بخل ایسا درخت ہے جس کی جڑ جہنم میں اور شاخیں دنیا میں جو کوئی اس کی شاخ پکڑے گا دوزخ میں جائے گا۔

اس آیہ مبارکہ میں دانہ ڈالنے، اس کے اُگنے اور سات شاخوں کے ہونے، پھر ہر شاخ میں سو دانہ ہونے کے ذکر کرنے سے پتا چلتا ہے کہ زمیندارہ، کاشتکاری روزی حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ام المحدثین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا زمین کی تہہ سے اپنا رزق تلاش کرو، کاشت کار کی فضیلت بھی واضح ہیں۔

اس آیہ مبارکہ میں صدقہ وخیرات کے اجر اور اس کی فضیلت کو بیان فرمایا گیا ہے۔اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا مفہوم بڑا واضح ہے، غرباء، فقراء، مساکین کے لئے صدقہ وخیرات ذریعہ بقا ہیں۔ دین کی اشاعت میں حصہ لینا، دینی اداروں کی مدد کرنا، غرباء وفقراء بے گھر لوگوں کے لئے مکانات بنانا، مساجد کی تعمیر کرنا، مقروض لوگوں کے قرض اتارنا ایسے بے شمار مصارف ہیں۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تُبْطِلُوا۟ صَدَقَٰتِكُم بِٱلْمَنِّ وَٱلْأَذَىٰ كَٱلَّذِى يُنفِقُ مَالَهُۥ رِئَآءَ ٱلنَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْءَاخِرِ ۖ فَمَثَلُهُۥ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَأَصَابَهُۥ وَابِلٌ فَتَرَكَهُۥ صَلْدًا ۖ لَّا يَقْدِرُونَ عَلَىٰ شَىْءٍ مِّمَّا كَسَبُوا۟ ۗ وَٱللَّهُ لَا يَهْدِى ٱلْقَوْمَ ٱلْكَٰفِرِينَ ﴿٢٦٤﴾

صدق اللہ العظیم

اے ایمان والو! اپنے صدقات کو احسان جتا کر تکلیف پہنچا کر ضائع نہ کرو جو شخص اپنے مال کو ریا کاری (دکھاوے) کے لئے خرچ کرتا ہے وہ اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں رکھتا اس کی مثال اس چکنے پتھر کی ہے جس پر کچھ مٹی ہو پھر ایسی زوردار بارش ہوگئی اس نے پتھر کو صاف کر دیا وہ اپنی کمائی سے کسی چیز پر طاقت نہیں پائیں گے اللہ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا ہے۔ (۲۶۴)

تفسیر

پہلی آیہ مبارکہ میں مال خرچ کر کے کسی پر احسان جتانے اور اسے یاد کرا کے، تکلیف دینے کا سرسری ذکر فرمایا گیا تھا، اس آیہ مبارکہ میں نہایت وضاحت کے ساتھ مثال دے کر ارشاد فرمایا گیا ہے۔ ایمانداروں کو حکم دیا گیا ہے اے ایمان والو! اپنے صدقہ وخیرات کو احسان جتا کر، کسی کو تکلیف پہنچا کر ضائع نہ کرو، اس طرح احسان جتا کر صدقات کو برباد کرنے والے کی مثال بیان فرمائی جیسے کوئی کسان پتھر پر جمی مٹی کو دیکھ کر اس پر بیج ڈال دے جب بیج اگ جائے، لہلہائے تو تیز بارش پڑے جس سے مٹی پتھر سے ڈھل جائے اور کھیتی برباد ہو جائے ایسے ہی اس طرح کے صدقات وخیرات قیامت کو مفید ثابت نہ ہوں گے۔ قیامت کا دن ایسی کھیتیوں کو برباد کر دے گا۔ یہ مثال منافق وریاکار کے عمل کی ہے، جیسے پتھر سے مٹی ڈھل گئی تو اُگی ہوئی شی ڈھل گئی ایسے ہی دکھاوے، احسان جتانے سے اعمال برباد ہو جائیں گے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَىٰ حَبِيبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلَىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝

صدق اللہ العظیم

اوران لوگوں کی مثال جولوگ اپنے مالوں کواللہ کی رضا اوراپنے دلوں کومضبوط رکھنے کے لئے خرچ کرتے ہیں۔ان کی مثال اونچی زمین پرباغ کی طرح ہے جس پرزوردار بارش ہوتووہ اپنا پھل دوگنازیادہ لائے گا پھراگراس پربارش زورسے نہ ہوتواسے شبنم ہی کافی ہے،اوراللہ تمہارے سب کاموں کودیکھنےوالا ہے۔(۲۶۵)

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اس مومن کی مثال دی جواپنے مال کواللہ کی رضااوراپنے دل کومضبوط رکھنے کے لیےخرچ کرتاہےاس کے اجرکی مثال اونچے مقام پرلگےہوئے باغ کی ہےجس پربارش تیز ہوجائے توپھل دوگنادےاگربارش تیز نہ ہوتواسے معمولی شبنم ہی کافی ہےاسی طرح اللہ کی رضاکے لئے خرچ کرنےاوردین پرثابت قدم رہنے کے لئے زیادہ خرچ کرے یاکم،اللہ تعالیٰ کے حضوراس کایہ عمل بڑھتارہےگا،یہ باغ پھلتاپھولتارہےگا۔

اس میں یہ بتانامقصودہےاگرکسی مسلمان نے اپنی تنگ دستی،مالی کمزوری کے باعث تھوڑابھی خرچ کیاتواللہ کے حضوراس کی حیثیت کم نہ ہوگی بلکہ یہ اجربڑھتارہےگا،اورآخرت میں عظیم صورت میں اجر ملے گا،اس آیہ مبارکہ میں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی طرف توجہ دلائی جارہی ہے،خرچ کرنے والے کو بتایاجارہاہے کہ اس خرچ میں اصل اوربنیادی صورت اللہ کی رضاکوملحوظ رکھناہےاوراپنے دل کواسلام پر ثابت قدم رکھنااورشریعت مطہرہ کاپابندبناناہے،دل کوثابت قدم رکھنے کامعنیٰ اسے خوشنودئ خداکے لئے مطمئن رکھناہےاوردل کااطمینان یادالٰہی سے ہوتاہے۔

اللہ کی رضا کے لئے خرچ کرنے والوں کا ذکر رب قدوس خود بیان فرماتا ہے، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بڑی بھاری قیمت دے کر آزاد کروایا تو لوگوں نے کہا ابوبکر پر بلال کا کوئی احسان ہوگا، تو قرآن مقدس نے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صداقت اور رضائے الٰہی کا ذکر فرمایا ''الا ابتغاء وجهه ربه الاعلی '' صدیق اکبر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا یہ کام صرف رضائے الٰہی کے لئے ہے۔ مومن کا اللہ کی راہ میں خرچ کرنے پر اُسے اپنے رب پر یقین ہے کہ وہ اسے ضائع نہیں کرے گا عظیم اجر دے گا جب کہ منافق کی یہ صورت حال ہے کہ اسے آخرت پر یقین نہیں۔ باغ کو تیز بارش ملنے کا ایک معنیٰ یہ بھی ہے کہ اس خرچ کرنے والے کے عمل کو غریب، فقیر، درویش لوگوں کی دعائیں ملتی ہیں اگر یہ دعائیں اثر نہ کرسکیں تو مومن کا خرچ کرنے میں جو اخلاص ہے وہی شبنم کافی ہے۔

وَصلّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

أَيَوَدُّ أَحَدُكُمْ أَن تَكُونَ لَهُ جَنَّةٌ مِّن
نَّخِيلٍ وَأَعْنَابٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ
لَهُ فِيهَا مِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ وَأَصَابَهُ
الْكِبَرُ وَلَهُ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَاءُ فَأَصَابَهَا إِعْصَارٌ
فِيهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ ۗ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ
لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ ﴿٢٦٦﴾

صدق اللہ العظیم

کیا تم میں سے کوئی شخص یہ پسند کرتا ہے کہ اس کا کھجوروں کا اور انگوروں کا ایک باغ ہو اور اس کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں اور اس باغ میں ہر قسم کے پھل ہوں اور (باغ کے مالک کو) بڑھاپا آجائے اور اس کے چھوٹے چھوٹے بچے ہوں تو اچانک اس باغ میں گرم ہوا کا شدید جھونکا آئے اور باغ جل جائے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اسی طرح آیات بیان فرماتا ہے تاکہ تم غور وفکر کرو۔(۲۶۶)

تفسیر

اس آیہ مبارکہ سے پہلے صدقہ وخیرات کو ضائع کرنیکی مثال فرمائی گئی ہے۔وہ شخص جو اپنے صدقات و خیرات احسان کر کے یا اُسے تکلیف دے کر ضائع کر دیتا ہے۔اس کی مثال ایسے چکنے پتھر کی ہے جس پر مٹی جم جائے تو کسان اس پر کاشت کاری شروع کر دے جب اس مٹی پر فصل اُگ آئی تو شدید بارش نے اس مٹی کو بہا دیا تو ساتھ ہی وہ کھیتی برباد ہوگئی۔ایسے ہی محنت سے کیئے ہوئے عمل صالح کی بات ہے اگر وہ بندہ احسان کر دیتا ہے، تکلیف دے دیتا ہے تو اس کی عمل صالح کی کھیتی برباد ہو جاتی ہے۔

اس آیہ مبارکہ میں دوسری مثال میں فرمایا جا رہا ہے۔کیا تم میں سے کوئی شخص یہ پسند کرے گا کہ اس کا کھجوروں اور انگوروں کا باغ ہو اس کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں اور اس باغ میں ہر قسم کا پھل موجود ہو پھر اس باغ کے مالک کو بڑھاپا بھی پہنچ چکا ہو، اس کے اہل وعیال میں چھوٹے بچے ہوں۔ جو کما نہیں

سکتے تو اس باغ کو اچانک آگ کا بگولہ آئے۔اور برباد کر کے رکھ دے اور پھر یہ بوڑھا مالک اپنے بچوں کی پرورش کے لئے شدید پریشان ہو،کوئی شخص ایسا نہیں جو اس قسم کی تباہی کو پسند کرے۔یہی حال اس صدقہ و خیرات کرنے والے کا ہے جو اعمال صالح کو آخرت کی کامیابی سمجھ رہا ہے کہ اُس کیلئے یہ عمل صالح برکت ونجات کا سبب بنے گا۔مگراس نے احسان جتا کر یا تکلیف دے کر اپنی اس کھیتی کو برباد کر دیا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس آیہ کریمہ کے متعلق دریافت کیا۔تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا،''کیا کوئی شخص ایسا پسند کرتا ہے کہ جب وہ موت کے قریب ہو جائے اور وہ برے کام کرنے لگے۔اور اس کی زندگی کے نیک کاموں کا باغ تباہ ہو جائے''۔صدقہ وخیرات کے بعد احسان کر کے اعمال کو برباد کرنے والے کی یہی مثال ہے۔

اس سارے رکوع میں صدقات وخیرات کی کئی قسموں کا ذکر ہے۔ایک قسم یہ ہے کہ اس خیرات و صدقات میں ایمان اور اخلاص ہی نہ ہو۔دوسری قسم یہ ہے کہ صدقہ کے صحیح ہونے کی صورت تو تھی مگر اس نے احسان کر کے یا تکلیف دے کر برباد کر لیا ہے۔ایک قسم یہ بھی ہے کہ صدقات وخیرات کے صحیح ہونے میں کوئی کمی نہیں پائی جاتی۔

صدقات وخیرات کرنے والوں کو مثال فرما کر تنبیہ فرمائی جارہی ہے کہ اپنے صدقات وخیرات میں محتاط رہیں۔اور اسکی بربادی سے بچیں،احسان جتا کر یا تکلیف دے کر اپنے عمل صالح کو آگ لگا کر برباد نہ کریں۔

وَصلَّى اللّٰـهُ تَعَالىٰ عَلىٰ حَبِيْبِـهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ
مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ
الْاَرْضِ ۪ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ
وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ ؕ
وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝ اَلشَّيْطٰنُ
يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ۚ
وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ؕ
وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ يُّؤْتِى الْحِكْمَةَ مَنْ
يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِىَ
خَيْرًا كَثِيْرًا ؕ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝

صدق اللہ العظیم

اے ایمان والو! اپنی کمائی سے اللہ کی راہ میں اچھی چیز خرچ کرو۔ اور ان چیزوں میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمہارے لیے زمین سے پیدا کی ہیں اور اللہ کی راہ میں ایسی ویسی شی کو خرچ نہ کرو جس کو تم اپنی آنکھیں بند کئے بغیر لینے والے نہیں ہو، اچھی طرح جان لو اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے اور بے حد تعریف کیا ہوا ہے۔ (۲۶۷) شیطان تمہیں تنگدستی سے ڈراتا ہے اور تمہیں بے حیائی کا حکم دیتا ہے اور اللہ تمہیں بخشش اور فضل کا وعدہ فرماتا ہے اور اللہ بڑی وسعت والا ہے اور جاننے والا ہے (۲۶۸) اور جسے چاہتا ہے حکمت عطا فرماتا ہے۔ اور جسے حکمت دی گئی تو بیشک اُسے خیر کثیر دی گئی اور صرف عقل والے ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ (۲۶۹)

تفسیر

پہلی آیہ مبارکہ میں صدقہ وخیرات کے ردّ ہونے کا ذکر تھا اب صدقہ وخیرات کے قبول ہونے کا ذکر ہے۔ سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں، یہ آیہ مبارکہ ان لوگوں کے حق میں نازل ہوئی جو لوگ صدقہ وصول کرنے والے کو ردی مال دیتے تھے۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ ایک دفعہ حضور ﷺ

نے صدقہ وخیرات کا حکم دیا تو کچھ لوگ ردی مال لے کر حاضر ہو گئے تو یہ ارشاد گرامی نازل ہوا کہ اللہ کی راہ میں اچھا مال خرچ کرو۔ تمہاری اپنی حالت یہ ہے کہ تم خود اپنے لیے ردی مال لینا پسند نہیں کرتے ہو۔ اور جو تم خود اپنے لیے پسند نہیں کرتے وہ خدا کی راہ میں کیوں دیتے ہو؟ اور یہ یقین رکھو اللہ تمہارے صدقات وخیرات کا محتاج نہیں، وہ بے نیاز ہے۔

اس آیہ مبارکہ سے حلال طیب مال سے خرچ کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ جب وہ تمہیں اپنی اعلیٰ عمدہ نعمتوں سے نوازتا ہے تو تم ردی مال اللہ کی راہ میں کیوں دیتے ہو۔

اگر اس ردی مال کے خرچ کرنے سے تم غریب کا فائدہ چاہتے ہو۔ تو تمہیں ردی مال خرچ کرنے سے اللہ کی رضا حاصل نہیں ہوگی کہ وہ ردی اشیاء کو پسند نہیں فرماتا اور ردی مال اللہ کی راہ میں دینا بخل ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔ آیہ مبارکہ میں لفظ ''طیّبات '' سے مراد عمدہ شئی ہے کہ اللہ کی راہ میں عمدہ اور بہتر مال خرچ کرو۔ ''طیّبات '' کا معنی حلال بھی کیا گیا ہے کہ اللہ کی راہ میں حرام مال خرچ کرنے سے بچو۔ ''ما کسبتم '' کا ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے کہ اپنی اولاد کی کمائی سے کھانا جائز ہے۔ امام قرطبی نے حضور ﷺ سے یہ ارشاد نقل کیا ہے۔ ''اولادکم من طیبات اکسابکم فکلوا من اموال اولادکم'' (تمہاری اولاد تمہاری کمائی کا ایک حصہ ہے۔ تم اپنی اولاد کی کمائی سے کھاؤ)

''ومما اخرجنا لکم من الارض '' سے عُشر کی ادائیگی کا حکم ملتا ہے کہ زمین سے جو کچھ پیدا ہو، اس کا عُشر ادا کرو، امام ابو حنیفہ نے اس آیہ مبارکہ سے استدلال کیا ہے کہ عُشری زمین کی پیداوار میں عشر واجب ہے وہ پیداوار تھوڑی ہو یا زیادہ۔

حرام مال سے صدقہ قبول نہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جب کوئی شخص حلال کی کمائی سے حج پر جاتا ہے اور ''اللّٰھم لبیك '' کہتا ہے تو آسمان سے فرشتہ ندا دیتا ہے تمہارا مال حلال ہے، تمہارا حج مبرور ہے اور حرام مال سے حج کرنے والے کو فرشتہ کہتا ہے

تمہارا حج قبول نہیں تمہارا سفر حرام ہے، تمہارا رزق حرام ہے۔

صدقہ وخیرات کرتے وقت شیطان تمہیں تنگ دستی سے ڈراتا ہے۔ کہ خرچ کرو گے تو غریب ہو جاؤ گے حضور ﷺ نے فرمایا ابن آدم کے ساتھ ایک شیطان ہوتا ہے اور ایک فرشتہ۔ شیطان شر کے قریب کرتا ہے حق کی تکذیب کرتا ہے اور فرشتہ خیر کا وعدہ کرتا ہے اور حق کی تصدیق کرتا ہے۔ شیطان تمہیں برائی کا حکم دیتا ہے اور اللہ تم سے بخشش اور فضل کا وعدہ فرماتا ہے اور وہ جسے چاہتا ہے حکمت دیتا ہے، حکمت کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ انسان برے اخلاق کو چھوڑ دے اور اچھے اخلاق کو اپنا لے۔ حکمت کے بارے میں حضور ﷺ کا ارشاد بھی موجود ہے کہ حکمت مومن کی گم شدہ دولت ہے جہاں سے بھی ملے وہ اس کا حق دار ہے۔

حکمت کا ایک معنی ایک حدیث پاک سے اس طرح ملتا ہے ''جس شخص نے چالیس دن تک اللہ کے ساتھ اخلاص کیا اس کے دل سے اس کی زبان پر حکمت کے چشمے پھوٹ پڑیں گے۔ حضور ﷺ کے ایک اور ارشاد سے حکمت کے معنی اس طرح ملتے ہیں، ''لقمان نے اپنے بیٹے سے وصیت کی، علماء کی محفل اپناؤ حکماء کا کلام سنو، اللہ تعالیٰ حکمت کے نور سے مردہ دل کو اس طرح زندہ کر دیتا ہے جیسے مردہ زمین بارش سے زندہ ہو جاتی ہے۔ آیہ کریمہ کے آخری حصہ میں فرمایا گیا ہے جو حکمت کی نعمت سے نوازا گیا اس نے بہت سی خیر حاصل کر لی عقلمند ہی نصیحت قبول کرتے ہیں۔

وَصلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدِدِ خَلْقِہٖ

وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهٗ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝ اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِىَ ۚ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَاۗءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۭ وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝

صدق اللہ العظیم

اور تم جو کچھ خرچ کرتے ہو اور تم جو بھی نذر مانتے ہو، بے شک اللہ تعالیٰ اُسے جانتا ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں (۲۷۰) اگر تم صدقات کو اعلانیہ دو تو وہ بہت اچھا ہے اور اگر تم چھپاؤ اور فقراء کو دو تو وہ تمہارے لئے بہتر ہے اور یہ صدقہ کرنا تمہارے کچھ گناہوں کو مٹادے گا اور تمہارے سارے کاموں کی اللہ خبر رکھنے والا ہے۔ (۲۷۱)

تفسیر

’’ومـا انفقتم من نفقة ‘‘ کے ارشاد میں تمام قسم کے خرچ آ گئے کوئی خرچ اللہ کی راہ میں ہو یا اللہ کی راہ میں نہ ہو بلکہ گناہ میں ہو یا خرچ کرنے میں دکھاوا مقصود ہو یا خرچ کر کے اُس پر احسان جتانا ہو، حلال مال سے ہو یا حرام سے ہو، اللہ تعالیٰ کو ان سب چیزوں کا پتہ ہے وہ اس کی جزا دے گا۔ اسی طرح نذر کے عام ذکر کرنے میں سب نذریں آ گئیں، شریعت میں کسی عبادت کو اپنے اوپر لازم کر لینا نذر کہلاتا ہے کوئی بھی منت مانو، مال کی یا اعمال کی، اللہ اُسے بہتر جانتا ہے۔

اس آیہ مبارکہ میں اخلاص سے کام کرنے والوں کو رغبت دلائی جارہی ہے اور بدکار لوگوں کو ڈر سنایا جارہا ہے۔ اس آیہ مبارکہ میں نذر کو خیرات کے ساتھ بیان فرمایا گیا ہے جس سے پتہ چلتا ہے نذر عبادت ہے اور عبادت مخلوق کی نہیں خالق کی ہے بندوں کے لئے نذر ماننا اس سے خارج ہو گیا کہ عبادت بندوں کی نہیں ہوتی، ہاں اگر کوئی شخص اللہ کے لئے نذر مانے اور اس عبادت کا ثواب کسی بزرگ کو پہنچائے تو حرج نہیں۔ آیہ نمبر ۲۷۱ میں صدقہ و خیرات کو اعلانیہ یا چھپا کر دینے کا ذکر ہے فرضی صدقات

مثلاً زکوٰۃ کو ظاہر کر کے دینا اچھا ہے کہ زکوٰۃ نہ دینے کے الزام سے بچ سکے اور نفلی صدقہ کو چھپا کر دینا افضل ہے جس حدیث شریف میں سات آدمیوں کا ذکر آتا ہے کہ وہ قیامت کے دن اللہ کے سائے میں ہوں گے ان میں ایک آدمی وہ بھی ہے جس نے صدقہ کو چھپا کر دیا حتیٰ کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی پتہ نہیں چلا کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ابن ماجہ شریف میں دونوں طرح صدقہ دینے کا ذکر موجود ہے وہ صدقہ اعلانیہ ہو یا خفیہ اس پر اللہ تعالیٰ تمہیں رزق دے گا یا تمہاری مدد کی جائے گی اور وہ کمی پوری کر دی جائے گی۔

ایک اور حدیث شریف میں ہے کہ صدقہ حشر کی گرمی کو دور کر دے گا۔ ایک اور حدیث شریف میں ہے کہ صدقہ کرنا رب کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے، اس آیہ مبارکہ میں جن فقراء کا ذکر فرمایا گیا ہے یہ اصحاب صفہ تھے جنہوں نے اپنی زندگیوں کو صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے وقف کر رکھا تھا یہ بھی روایت کی گئی ہے کہ یہ فقراء قریش کے فقراء مہاجرین تھے یا وہ صحابہ تھے جو جنگوں میں زخمی ہوئے۔

صدقہ جیسے بھی ہو اعلانیہ ہو یا خفیہ ہو وہ تمہارے لئے بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے کچھ گناہ صدقہ کی وجہ سے مٹا دے گا اور تم جو کچھ کرتے ہو اس کی خبر رکھتا ہے آج بھی وہ لوگ جو دین کی خدمت میں مصروف رہتے ہیں اور کسب معاش کے لئے ان کے پاس وقت نہیں، وہ بھی فقراء کے زمرے میں شامل ہیں اور صدقہ وخیرات کے مستحق ہیں۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ۝

انہیں ہدایت پر لانا آپ کے ذمہ نہیں لیکن اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور تم جو اچھی چیز خرچ کرتے ہو وہ تمہارے نفع کیلئے ہے اور تم اللہ کی رضا کے لئے ہی خرچ کرتے ہو اور جو اچھی چیزیں تم اللہ کی راہ میں خرچ کروگے، اُن کا تمہیں پورا اجر دیا جائے گا اور تم پر ظلم نہ کیا جائے گا۔(۲۷۲)

صدق اللہ العظیم

تفسیر

صحابہ کے عزیزوں میں کچھ لوگ اسلام کے حلقہ بگوش نہیں تھے اور یہ صحابہ ان کی مدد کرنا چاہتے تھے مگر اس وجہ سے رک جاتے کہ وہ مسلمان نہیں تھے اور خود حضور ﷺ بھی فرمایا کرتے کہ اپنے صدقات وخیرات مسلمان فقراء کو دیا کریں۔ اس آیہ مبارکہ میں فرمایا کہ ان کے غیر مسلم ہونے کی وجہ سے انہیں معاشی تنگی میں رہنے دینا حضور ﷺ کی رحمت کے منافی ہے، اس ارشاد کے بعد پھر صحابہ اپنے غیر مسلم رشتہ داروں کو بھی صدقات دے دیا کرتے تھے اور یہ حکم نفلی صدقات وخیرات کا ہے، فرض واجب صدقات جیسے زکوۃ، صدقہ فطر یہ مسلمان فقراء کو ہی دئے جاسکتے ہیں۔ حربی کافر کو کسی قسم کا صدقہ دینا جائز نہیں ہاں ذمی کافر غیر حربی کو صدقات دئے جاسکتے ہیں۔

کفار کو (نفلی) صدقات وخیرات اس لئے نہ دیا جائے کہ وہ اسلام لے آئیں، کفار کو ہدایت دینا تمہارے فرائض میں نہیں تمہارے ذمہ تو دین کی تبلیغ واشاعت ہے ہدایت اللہ کے قبضے میں ہے جسے چاہے دیدے جس کے مقدر میں ہدایت ہے اسے مل جائے گی اسے صدقہ ملے یا نہ ملے اور جو بد بخت ہے وہ

اسلام میں نہیں آئے گا اس کے ساتھ حسن سلوک کیسا ہی کیوں نہ ہو۔

اس آیہ مبارکہ کے اترنے کا ایک سبب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ ایک موقعہ پر حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی والدہ اوران کی دادی ان کے پاس آئیں اور کچھ مالی معاونت چاہی تو حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہانے فرمایا میں حضور ﷺ کی اجازت کے بغیر کچھ نہیں دے سکتی، تم دونوں غیر مسلم ہو حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئیں اور واقعہ پیش کیا تو یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔

وَصلّٰی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ

صدق اللہ العظیم

(یہ خیرات) ان فقیروں کا حق ہے جنہوں نے اپنے آپ کو اللہ کی راہ میں وقف کررکھا ہے جو (اس مصروفیت کی وجہ سے) زمین میں سفر کی طاقت نہیں رکھتے ،ناواقف آدمی انہیں غنی سمجھتا ہے کہ وہ کسی سے مانگتے نہیں تو ان کے حالات کو دیکھ کر پہچان لے کہ وہ لوگوں سے گڑگڑا کر سوال نہیں کرتے اور جو بھی اچھی چیز اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہو اللہ اسے اچھی طرح جانتا ہے۔(۲۷۳)

تفسیر

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں فقراء لوگ ''اصحاب صفہ'' تھے جنہوں نے اپنے آپ کو اللہ کی عبادت کیلئے وقف کررکھا تھا۔ حضرت جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں یہ فقراء وہ لوگ تھے جو جنگوں میں

معذور ہو گئے تھے اور کام کاج نہیں کر سکتے تھے۔ان فقراء کے بارے میں یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ یہ لوگ اپنی خودداری کی وجہ کسی سے سوال نہیں کرتے تھے،اکثر مفسرین ان فقراء سے اصحاب صفہ ہی مراد لیتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنا ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں ایک دن میں بھوک سے شدید نڈھال تھا،سیدنا ابوبکر صدیق،وسیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما میرے پاس سے گزرے میرا خیال تھا مجھے اپنے ساتھ لے جائیں گے مگر ایسا نہ ہوا میری خوش بختی تھی کہ حضور ﷺ کا گزر ہوا تو آپ ﷺ نے مجھے فرمایا میرے ساتھ آؤ میں چلا گیا حضور ﷺ اندر تشریف لے گئے اور پھر اجازت لینے کے بعد میں بھی اندر چلا گیا،گھر میں دودھ کا ایک پیالہ تھا اور آپ ﷺ نے دریافت فرمایا یہ دودھ کہاں سے آیا ہے عرض کی گئی فلاں نے ہدیہ بھیجا ہے حضور ﷺ نے فرمایا ابو ہریرہ!(رضی اللہ عنہ) جاؤ اصحاب صفہ کو بلالاؤ میں تعمیل حکم کے مطابق بلا لایا،وہ آ گئے تو حضور ﷺ نے فرمایا انہیں پلاؤ میں نے ایک ایک آدمی کو پلایا اور ہر آدمی سیر ہوتا گیا آخر میں پیالہ حضور ﷺ کے پاس لے کر حاضر ہوا آپ ﷺ نے فرمایا ابو ہریرہ اب تم بھی پی لو میں نے بھی پیٹ بھر کر پی لیا اور عرض کی حضور اب مزید پینے کی گنجائش نہیں پھر آپ نے وہ پیالہ لیا اور دودھ پی لیا۔اس حدیث کو امام ترمذی نے بیان کیا ہے۔

کیوں جناب بوھریرہ کیسا تھا وہ جام شیر جس سے ستر صاحبوں کا دودھ سے منہ پھر گیا

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ لوگ اصحاب صفہ جو اسلام کے مہمان تھے اور کسی سے سوال نہیں کرتے تھے،ہدیہ نذرانہ آتا تو استعمال کرتے،صفہ چبوترہ یہ اسلام کی پہلی دینی درسگاہ ہے جہاں یہ لوگ پڑھتے تھے رہتے تھے اور انکی غربت کا یہ عالم تھا کہ ستر پوشی کے لئے بھی دقت تھی

اس آیہ مبارکہ میں صدقہ کے اصل حق داروں کا ذکر فرمایا گیا ہے جو لوگ ان کی خدمت میں مصروف ہیں مانگنے سے دور ہوں ناواقف انہیں مالدار سمجھنے لگ جائیں کہ وہ کسی سے مانگتے نہیں،ایسے لوگوں کیلئے کوئی دوسرا مانگ لے تو حرج نہیں۔

"لایسئلون الناس "اس ارشاد گرامی سے بھیک مانگنے کی مذمت بھی واضح ہو رہی ہے۔اسلام نے ایسے بھکاریوں اور گداگروں کی مذمت کی ہے جنہوں نے اسے کاروبار ہی بنا رکھا ہے۔حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص لکڑیاں چن کر لائے اور بیچ کر اپنا گزارا کرے یہ اس شخص سے کہیں زیادہ بہتر ہے کہ وہ کسی کے سامنے ہاتھ دراز کرے اور پھر وہ اسے دے یا نہ دے۔اسی عنوان کو حضور ﷺ نے ایک بیان میں اس طرح ارشاد فرمایا جو آدمی لوگوں سے مال جمع کرنے کے لئے مانگتا ہے وہ انگارے جمع کرتا ہے تھوڑے کرے یا زیادہ۔

وَصلَّی اللّٰـہُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِہٖ وَاَصحَابِہٖ بِعَدِدِ خَلقِہٖ

اَلَّذِیۡنَ یُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَہُمۡ بِالَّیۡلِ وَالنَّہَارِ سِرًّا وَّعَلَانِیَۃً فَلَہُمۡ اَجۡرُہُمۡ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ وَلَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَلَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ ۝

وہ لوگ جو اپنے مالوں میں دن رات اعلانیہ یا خفیہ خرچ کرتے ہیں انہیں ان کے رب کے ہاں اجر ہے اور انہیں نہ خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔(۲۷۴)

صدق اللہ العظیم

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں اصحاب صفہ کے فقر کا ذکر فرمایا گیا ان کے فقر وفاقہ کو دیکھ کر مال دار صحابہ کرام اُنہیں اشیاء خورد ونوش بھیجتے تھے،سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نقدی بھیجتے،حضرت سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کھجوریں بھیجتے رہے۔بارگاہ قدس میں ان صحابہ کا یہ انداز پسند آیا اور ان کے صدقہ وخیرات کو اس ارشاد گرامی میں نواز اجا رہا ہے اور انہیں قبولیت کا اعزاز بخشا جا رہا ہے۔سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ نے چالیس ہزار دینار کی خیرات کی دس ہزار دن کو دس ہزار رات کو دس ہزار خفیہ دس ہزار اعلانیہ،تو یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔

ایک روایت میں ہے یہ آیت مبارکہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں نازل ہوئی جنہوں

نے لشکر عسرت کو سارے کا سارا مال دے دیا تھا۔ حضرت سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک روایت اس طرح بھی ملتی ہے کہ یہ آیہ مبارکہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی آپ کے پاس صرف چار درہم تھے آپ نے ایک درہم رات کو ایک دن کو ایک خفیہ اور ایک اعلانیہ خرچ کیا تو یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔

وَصلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْۤا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ؕ فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ؕ وَاَمْرُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۷۵﴾ يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ﴿۲۷۶﴾

صدق اللہ العظیم

جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ قیامت کے دن اس شخص کی طرح کھڑے ہوں گے کہ جس کو شیطان نے چھوکر پاگل بنا دیا ہو اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے کہا تھا کہ بیع سود ہی کی طرح ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال فرمایا اور سود کو حرام کیا، پس جس شخص کے پاس اس کے رب کی طرف سے نصیحت آ گئی تو وہ سود سے رک گیا تو اس کے لئے جائز ہے کہ جو گزر گیا اور جو شخص پھر سود کھانے لگے تو وہی لوگ دوزخی ہیں (۲۷۵) اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کسی ناشکرے گنہگار کو پسند نہیں فرماتا ہے۔ (۲۷۶)

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں سود کھانے والوں کی مذمت فرمائی گئی ہے سود خوار لوگ قیامت کے دن اپنی قبروں

میں ایسے کھڑے ہوں گے جیسے کسی شخص کو شیطان نے مس کر کے اُسے پاگل بنا دیا ہو ان سود خوروں کی یہ حالت اس لئے ہو گی کہ انہوں نے سود کے حلال ہونے پر استدلال کیا تھا کہ بیع بھی تو سود ہی کی طرح ہے کہ جس طرح بیع سے نفع حاصل کرنا ہوتا ہے اسی طرح سود سے بھی تو نفع حاصل کیا جاتا ہے۔ لھٰذا سود بھی حلال ہونا چاہئے حالانکہ دونوں میں واضح اور کھلا فرق موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال قرار فرمایا ہے اور سود کو حرام پھر جس شخص کو اللہ کی طرف سے نصیحت مل گئی اور سود کو حلال کہنے سے رک گیا اور اسے حرام سمجھنے لگا تو جو کچھ سود کی حرمت سے پہلے ہو گیا وہ اس کا ہو گیا اور اس کا اندرونی معاملہ اللہ کے سپرد ہے کہ وہ دل سے باز آیا ہے یا اس کا یہ عمل منافقانہ رویہ ہے اگر اس نے دل سے توبہ کر لی ہے تو اللہ کے حضور نفع مند ہو گا تمہیں بدگمانی کا کوئی حق نہیں اور اگر وہ پھر سود لینا شروع کر دے تو یہی لوگ دوزخی ہیں اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اگرچہ بظاہر سود سے نفع معلوم ہوتا ہے مگر اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات و خیرات کو بڑھاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کسی ناشکرے گنہگار سے خوش نہیں۔

اس آیہ کریمہ میں سود کھانے والوں کی قیامت کے دن کی حالت کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ کچھ لوگ قبروں سے اٹھ کر سواریوں پر، کچھ پیدل، کچھ آہستہ، کچھ تیز میدان حشر کی طرف چلیں گے مگر سود خور لوگ قبروں سے ایسے اٹھیں گے جیسے انہیں شیطان نے پکڑ رکھا ہے اور پاگل بنا دیا ہے کہ یہ لوگ ہی دنیا میں انسان نما شیطان تھے کہ مقروض کو بدحال بنا دیتے تھے اس پر انہیں رحم نہیں آتا تھا اس کا مال و متاع سود میں لے کر اسے تباہ حال کر دیتے تھے۔ انہیں قیامت کے دن اپنی اس بدعملی کی سزا اس طرح دی جائے گی کہ حواس باختہ ہوں گے محسوس ہو گا کہ انہیں شیطان و جن نے پاگل بنا رکھا ہے۔

سود کی مذمت میں حضور ﷺ کے کئی ارشادات ملتے ہیں: امام حاکم نے سیدنا ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ چار آدمیوں کو جنت میں داخل نہیں کرے گا۔ وہ چار آدمی یہ ہیں سود خور، عادی شراب نوش، یتیم کا حق کھانے والا، والدین کا نافرمان۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس قوم میں زنا اور سود کی کثرت ہوتی ہے اس قوم پر اللہ کا عذاب حلال ہو جاتا ہے۔ بخاری شریف میں ہے حضور ﷺ نے اپنا ایک مشاہدہ ذکر فرمایا کہ میں نے خون کا ایک دریا دیکھا جس کے درمیان میں ایک شخص کھڑا ہے اور کنارے پر ایک اور شخص کھڑا ہے جس کے ہاتھ میں پتھر ہے جب دریا والا آدمی باہر نکلنے کی کوشش کرتا ہے تو باہر والا آدمی اسے پتھر مار مار کر پیچھے دھکیل دیتا ہے۔ اور یہ اس کا عمل قیامت تک جاری رہے گا۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں مجھے جبریل نے بتایا خون کے دریا میں ڈوبے ہوئے یہ لوگ سود خور تھے۔

حضور ﷺ کا ایک ارشاد گرامی اس طرح ملتا ہے اسے امام مسلم نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے سود کھانے والے، کھلانے والے، سود پر گواہی دینے والے اور سود کے لکھنے والے پر لعنت کی ہے۔ (العیاذ باللہ)

ایک اور حدیث شریف میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا سات مہلک چیزوں سے بچو عرض کی گئی حضور وہ کیا چیزیں ہیں فرمایا اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، جادو کرنے سے بچو، ناحق قتل سے بچو، سود کھانے سے بچو، یتیم کا مال ناحق لینے سے بچو، جہاد کے وقت میدان سے بھاگنے سے بچو، پاکدامن خاتون پر الزام لگانے سے بچو، یہ حدیث صحیح بخاری و مسلم میں ہے۔ ایک اور حدیث شریف میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جب کسی قوم میں سود کا رواج ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس قوم پر ضروریات کی مہنگائی مسلط کر دیتا ہے۔

اس آیہ مبارکہ میں جس شی کی برائی بیان کی گئی ہے وہ ہے ''ربوا''۔ ربوا کا معنی ہے ''زیادتی''۔ جب یہ حکم نازل ہوا ہے تو اس وقت اسکی ایک صورت یہ تھی کہ قرض لیا گیا اور طے کیا گیا کہ ہر سال مقروض کو اس قدر زیادہ دینا ہوگا آج بھی عام طور پر یہی صورت رائج ہے ایک صورت یہ بھی ہے کہ دوکاندار سے چیز خریدی اور ایک مہینہ تک ادائیگی کا وعدہ ہو گیا مہینہ ہو گیا اگر ادا نہ کر سکا تو مدت بڑھ جائے گی اور قیمت میں بھی اضافہ کر دیا گیا۔

کسی مجرم کو رب قدوس نے اعلان جنگ نہیں کیا مگر سود خور کیلئے قرآن مقدس میں اعلان جنگ ہے

ارشاد ہوتا ہے" فاذنو بحرب من اللہ و رسولہ "اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ کیلئے تیار ہو جاؤ ایک جنس میں زیادتی کا ہونا بھی سود ہے ایک سیر گندم کے بدلہ میں دو سیر گندم کا وصول کرنا اور اگر جنس بدل جائے تو سود نہ رہے گا ایک سیر گندم کے بدلے دو سیر جو لینا سود نہ ہوگا کہ جنس بدل گئی۔

سود کی برائیوں میں سرفہرست برائی یہ دکھائی دیتی ہے کہ دوسرے کے مال کو بلاعوض لیا جاتا ہے پھر اس سودی کاروبار سے یہ بھی خطرہ ہے کہ پورے معاشرہ میں بے کاری کا رجحان بڑھ جائے گا جب کہ سود خوار کو بغیر محنت کے مال مل جاتا ہے تو اسے محنت مزدوری کی کیا ضرورت۔

سودی کاروبار میں ایک واضح خرابی یہ بھی دکھائی دیتی ہے کہ اس میں بخل و کنجوسی کا جذبہ بڑھ جاتا ہے۔ ہر لمحہ پیسے اکٹھے کرنے کا ذہن بنا رہتا ہے خرچ کی طرف توجہ نہیں ہوتی۔ سود میں ایک خرابی یہ بھی ہے کہ دوسرے کا مال بلا معاوضہ لیا جاتا ہے جو واضح ظلم ہے، سود لینے والے میں محبت، تعلقات کے جذبات ختم ہو جاتے ہیں کہ اس کے پیش نظر تو دولت ہی دولت ہے۔

ان آیات میں سود کے حرام ہونے اور احکام کا ذکر ہے۔ پہلی آیہ مبارکہ میں سود خواروں کے انجام بد کا ذکر فرمایا گیا اور قیامت کے دن انکی رسوائی اور گمراہی کا ذکر ہے دوسرے حصہ میں انکی سزا کیوجہ فرمائی گئی کہ ایک جرم تو حرام کھانے کا ہے دوسرا جرم اس حرام کو حلال سمجھنے کا ہے۔ تیسرا جرم بیع کو "ربوا" کے برابر قرار دینا ہے۔

انہیں آیات میں سود مٹانے اور صدقات کو بڑھانے کا ذکر ہے کہ دونوں کی حقیقت میں تضاد ہے سود میں بلا معاوضہ مال لیا جاتا ہے جبکہ صدقہ میں صرف اللہ کی رضا کیلئے مال دیا جاتا ہے سود کو مٹانے اور صدقات کو بڑھانے کا ایک معنی یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ سود خور کا مال آخرت میں کام نہیں دے گا بلکہ وبال جان بن جائے گا، صدقہ کرنے والے کا مال انعامات الٰہیہ کا سبب بن جائے گا۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

صدق اللہ العظیم

بیشک وہ لوگ جو ایمان لے آئے اور کام اچھے کئے اور نماز قائم کی اور زکوۃ ادا کی ان کے رب کے ہاں ان کا ثواب ہے ان پر کوئی خوف نہیں اور غم نہیں۔(۲۷۷)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں سود کی حرمت اور سود لینے والے کی بدحالی اور بے برکتی کا ذکر تھا اور فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات وخیرات کو بڑھاتا ہے اس آیہ مبارکہ میں ایمان والوں اور اعمال صالحہ کے مرتکب لوگوں، نماز اور زکوۃ کی ادائیگی کرنے والوں کا ذکر ہے کہ ان کے پاکیزہ اعمال کا اجر اللہ کے حضور ہے۔

وَصلَّى اللّٰهُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِيبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ۝ فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِن تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ

صدق اللہ العظیم

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو سود باقی رہ گیا ہے چھوڑ دو اگر ایمان دار ہو(۲۷۸) پھر اگر ایسا نہ کرو تو اللہ اور اس کے رسول سے لڑائی کا یقین کر لو اگر تم توبہ کر لو اور اپنا اصل مال لے لو تو نہ تم ظلم کرو گے اور نہ کئے جاؤ گے۔(۲۷۹)

تفسیر

اس سے پچھلی آیہ مبارکہ میں سود لینے کی حرمت کا فرمایا گیا تھا اب پچھلا سود وصول کرنے سے روکا جا رہا ہے اور فرمایا جا رہا ہے اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اللہ اور رسول کے خلاف اعلان جنگ ہے۔سود کی برائی کو اس

قدر شدید انداز میں بیان فرمایا جارہا ہے کہ سود لینا گویا خدا اور رسول سے بغاوت ہے، اعلان جنگ ہے سود کی حرمت نازل ہونے سے پہلے عام عرب میں سود کا رواج پھیلا ہوا تھا۔ ممانعت نازل ہونے پر لوگوں نے سودی معاملات تو چھوڑ دیئے مگر کچھ لوگوں کے مطالبات سود کی بقایا رقموں کے دوسرے لوگوں پر تھے۔ اسی میں یہ واقعہ پیش آیا عرب کے دو مشہور قبائل بنی مخزوم اور بنی ثقیف کے درمیان سودی کاروبار کا معاملہ تھا بنی ثقیف نے بنی مخزوم سے سودی رقم لینا تھی بنی مخزوم مسلمان ہوگئے تو اسلام قبول کرنے کے بعد انہوں نے سود کی رقم ادا کرنا جائز نہ جانا مگر بنی ثقیف شدت سے مطالبہ کرتے رہے کہ مسلمان نہیں ہوئے تھے یہ جھگڑا دربار رسالت میں پیش کیا گیا تو یہ حکم نازل ہوگیا کہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد سود کے تمام معاملات ختم کردئے جائیں۔ پچھلا سود بھی وصول نہ کیا جائے صرف اصل رقم لے لی جائے یہ اسلامی قانون رائج ہو گیا پھر اس ضابطہ کو حضور ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر مزید واضح فرمایا کہ یہ قانون کسی خاص قوم یا قبیلہ کیلئے نہیں بلکہ پوری انسانیت کی فلاح اور ترقی کیلئے فائدہ مند ہے۔ اس لئے ہم سب سے پہلے مسلمانوں کی بہت بڑی سودی رقوم جو غیر مسلموں کے ذمہ تھیں اسے چھوڑتے ہیں۔

خطبہ میں اس طرح ارشاد فرمایا: زمانہ جاہلیت میں جو سودی معاملات کئے گئے سب کا سود چھوڑ دیا گیا اب ہر شخص کو اصل رقم ملے گی سود کی رقم زائد نہ ملے گی نہ تم زیادہ وصول کرکے کسی پر ظلم کرسکو گے اور نہ کوئی اصل رقم میں کم کرکے تم پر ظلم کرسکے گا۔ اور سب سے پہلے جو سود چھوڑا گیا تھا وہ عباس بن مطلب کا سود ہے جس کی بہت بڑی بھاری رقمیں غیر مسلموں کے ذمہ بطور سود کے عائد ہوتی تھیں۔

اس آیہ مبارکہ کے آخر میں فرمایا گیا اگر تم ایماندار ہو تو اس پر عمل لازم ہے اطاعت خداوندی لازمی ہے حکم خداوندی کی خلاف ورزی ایمان کے منافی ہے۔

وَصلّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

وَاِنۡ كَانَ ذُوۡ عُسۡرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيۡسَرَةٍ ؕ وَاَنۡ تَصَدَّقُوۡا خَيۡرٌ لَّـكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ۞ وَاتَّقُوۡا يَوۡمًا تُرۡجَعُوۡنَ فِيۡهِ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفۡسٍ مَّا كَسَبَتۡ وَهُمۡ لَا يُظۡلَمُوۡنَ ۞

صدق اللہ العظیم

اور اگر مقروض تنگدست ہے تو اسے اسکی مالی حالت اچھی ہوجانے تک مہلت دیدو اور اگر قرض معاف کردو تو بہت اچھا ہے اگر تم جانتے ہو(۲۸۰) اور اس دن سے ڈرو جس میں تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ پھر ہر شخص کو اسکی کمائی کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا۔(۲۸۱)

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں معاشرہ کی اصلاح ،تعلقات کی بہتری کیلئے ایک اور ارشاد فرمایا گیا کہ اگر تمہارا بھائی مقروض تنگدست ہے اور قرض ادا کرنے کی صلاحیت سے معذور ہے تو تم اس سے حسن سلوک کرو اور اسے مہلت دیدو یہاں تک کہ اسکی مالی حالت بہتر ہوجائے اور وہ قرض ادا کرسکے تمہارے ایسا کرنے سے معاشرہ میں اچھائی کی صورت پیدا ہوگی لوگوں میں اچھے تعلقات کا فروغ ہوگا غریب کی ہمدردی کا جذبہ نکھرے گا اور آپس میں لڑائی جھگڑے کی نوبت پیدا نہیں ہوگی۔

اس آیہ کریمہ کے نازل ہونے کا واقعہ یہ پیش آیا کہ جب یہ حکم نازل ہوا کہ سودی کاروبار خدا اور رسول سے جنگ کا اعلان ہے تو کچھ لوگ بنی مغیرہ کے پاس گئے جنہوں نے بنی مغیرہ کو قرض دے رکھا تھا اور سود لینا تھا بنی مغیرہ سے کہا تمہیں سود سارے کا سارا معاف کیا جاتا ہے اصل رقم واپس لوٹا دو انہوں نے فوراً ادا کرنے سے معذرت کی ،قرض خواہوں نے فوری ادائیگی کا مطالبہ کیا تو یہ حکم نازل ہوا کہ مہلت دیدو حتیٰ کہ اسکی مالی حالت بہتر ہوجائے اور ایسے فقراء و مساکین کو بالکل قرض معاف کردینا تمہارے لئے مہلت دینے سے بہت بہتر ہے۔

مقروض کو مہلت دینے میں بہت بڑا اجر ملتا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا جو کوئی کسی غریب مقروض کو مہلت دے اسے رب تعالیٰ قیامت کی مشکلات سے بچائے گا۔ اور اپنے سایہ میں جگہ دے گا اس حدیث شریف کو صاحب مشکوۃ نے نقل کیا ہے ضرورت مند کو قرض دینے کے بھی بہت سے فضائل ہیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا تین شخصوں کو اجازت ہوگی کہ وہ جنت کے جس دروازے سے چاہیں داخل ہو جائیں۔ وہ شخص یہ ہیں۔

(۱)۔ حاجتمند کو قرض دینے والا۔

(۲)۔ قاتل کا خون معاف کرنے والا۔

(۳)۔ فرض نماز کے بعد 11 مرتبہ قل شریف پڑھنے والا۔ (روح البیان)

مشکوۃ شریف میں ایک روایت اس طرح ہے ایک شخص لوگوں کو قرض دیتا تھا اور درگذر کرتا تھا اور کہتا تھا کیا بعید اللہ مجھ سے درگذر فرمادے اسی پر اس کی نجات ہوگئی۔ ابو عمر امامہ باہلی نے خواب دیکھا جنت کے دروازے پر لکھا ہے صدقہ کا ثواب دس گنا ہے اور قرض دینے کا اٹھارہ گنا، وجہ پوچھی تو بتایا گیا صدقہ تو غیر ضرورت مند بھی لے لیتا ہے اور قرض ضرورت مند ہی لیتا ہے۔ (روح البیان)

وَصلّٰی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِہٖ وَاَصحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلقِہٖ

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی فَاكْتُبُوْهُ ؕ وَلْیَكْتُبْ بَّیْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ ۪ وَلَا یَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ یَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْیَكْتُبْ ۚ وَلْیُمْلِلِ الَّذِیْ عَلَیْهِ الْحَقُّ وَلْیَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا یَبْخَسْ مِنْهُ شَیْـًٔا ؕ

صدق اللہ العظیم

اے ایمان والو! جب تم کسی مقرر وقت تک ایک دوسرے سے قرض کا لین دین کرو تو اسے لکھ لیا کرو اور تمہارے درمیان کسی کاتب کو عدل کے ساتھ دستاویز لکھنی چاہئے اور جس شخص کو اللہ نے لکھنا سکھایا ہے اسکو لکھنے سے انکار نہیں کرنا چاہئے لکھوانا اسکی ذمہ داری ہے جس پر قرض ہے اور اسکو اللہ سے ڈرنا چاہئے جو اس کا رب ہے اور اس قرض سے کچھ کم نہ کرے۔

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں قرض لین دین کے سلسلہ میں کئی احکام فرمائے گئے تاکہ کاروبار میں دیانت رہے اور جھگڑوں سے نجات ملے۔ جن میں پہلا ارشاد تو یہ ہے کہ جب تم آپس میں قرض کا لین دین کرو تو اسکو باقاعدہ طور پر تحریر میں لاؤ کہ کسی مرحلے پر تمہارے درمیان کوئی غلط فہمی پیدا نہ ہوجائے جھگڑے تک نوبت نہ چلی جائے تمہارے درمیان اختلافات کی صورت میں ماحول میں بگاڑ پیدا نہ ہو، تعلقات خراب نہ ہوں جب معاملات کو تحریر میں لے آؤ گے تو ان خطرات سے بچ سکو گے۔

دوسرا یہ حکم دیا گیا ہے کہ اس معاملہ کو تحریر میں لانے والا منصف ہو، عادل ہو اور وہ شخص دونوں گروہوں کے نظریات معاملات کو احسن طریقے سے لکھ سکے اور یہ تحریر میں کسی قسم کی غلط فہمی کو جنم نہ دے۔

اس آیہ مبارکہ میں واضح فرمایا جارہا ہے کہ ادھار لیا جائے تو اسکی مدت مقرر کی جائے ایسا نہ کرنا جھگڑے کا سبب بنتا ہے لکھنے والے پر ضروری ہے کہ وہ کسی ایک طرف کا نمائندہ نہ ہو بلکہ دونوں کے حقوق کو ملحوظ رکھے اور مکمل طور پر غیر جانبداری کا مظاہرہ کرے۔

تیسرا ارشاد یہ ہے کہ تحریر کس کی طرف سے ہو تو فرمایا لکھوائے وہ جس کے ذمہ حق ہے جس نے ادھار واپس دینا ہے وہ دستاویز کا مضمون لکھائے یہ اسکی طرف سے اقرار نامہ ہوگا اور پھر فرمایا گیا حق کے لکھوانے میں ذرہ برابر کمی بیشی نہ ہو تحریر کرتے ہوئے خدا سے ڈرے اور کمی بیشی سے بچے اور یہ تحریر مکمل طور پر واضح ہو کہ رقم کتنی ہے اسکی ادائیگی کب ہوگی کیسے ہوگی باقاعدہ تاریخ درج ہو، سال درج ہو، مہینہ درج ہو کہ کسی مرحلہ پر اختلاف پیدا نہ ہوجائے۔

وَصلَّى اللّٰـهُ تَعَالىٰ عَلىٰ حَبِيبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

فَاِنْ كَانَ الَّذِیْ عَلَیْهِ الْحَقُّ سَفِیْهًا اَوْ ضَعِیْفًا اَوْ لَا یَسْتَطِیْعُ اَنْ یُّمِلَّ هُوَ فَلْیُمْلِلْ وَلِیُّهٗ بِالْعَدْلِؕ وَ اسْتَشْهِدُوْا شَهِیْدَیْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْۚ فَاِنْ لَّمْ یَكُوْنَا رَجُلَیْنِ فَرَجُلٌ وَّ امْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰىؕ

صدق اللہ العظیم

پھر جس پر حق آتا ہے (کہ لکھوائے) وہ کم عقل ہے یا کمزور ہے یا املاء نہیں کرواسکتا (بول نہیں سکتا) تو اس کا ولی انصاف سے لکھوائے اور اپنے مردوں سے دو گواہ بنالو اگر دو مرد گواہی کیلئے نہ مل سکیں تو ایک مرد اور دو عورتیں جن پر تم گواہوں سے راضی ہوں کہ اگر ایک عورت بھول جائے تو اسے دوسری یاددلا دے۔

تفسیر

اب اسی لین دین کے ضمن میں چوتھا ارشاد فرمایا جارہا ہے اگر مقروض جس کے ذمہ ہے کہ تحریر لکھوائے وہ بے عقل ہے یا بوڑھا ہے یا زبان سے واقف نہیں یا گونگا ہے کہ بول ہی نہیں سکتا تو ایسی صورت میں اسکی طرف سے اس کا کوئی قریبی عزیز دوست لکھوائے۔ شریعت مطہرہ نے اس احتیاط کے باوجود یہ حکم دیا کہ مقروض اس تحریر کا انکار بھی کرسکتا ہے کسی مرحلہ پر اپنی ہٹ دھرمی اور ضد کا مظاہرہ بھی کرسکتا ہے۔ تو اس بیماری کے سد باب کیلئے فرمایا گیا کہ پرہیزگار مسلمانوں سے دو گواہ بھی بنالو جو عاقل ہوں بالغ ہوں آزاد ہوں اگر گواہ دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد ہو اور دو عورتیں ہو جائیں دو عورتیں اس لئے کہ اگر ایک عورت بھول جائے تو دوسری یاد دلا دے کہ گواہی میں نقص پیدا نہ ہو۔

تفسیر کبیر میں گواہوں کے بارہ میں تفصیل موجود ہے۔ گواہ کیلئے ضروری ہے کہ آزاد ہو، مسلمان ہو بالغ ہو، پرہیزگار ہو، معاملہ سے واقف ہو، گواہی دینے میں اسے اپنا فائدہ نہ ہو۔ یہ گواہ غلط بیانی جھوٹ میں مشہور نہ ہو۔ یہ گواہ جس پر گواہی دی جارہی ہے اس کا دشمن بھی نہ ہو جس کیلئے گواہی دی جارہی ہے یہ گواہ

اس کا بیٹا بھی نہ ہو غلام بھی نہ ہو۔

وَصلَّی اللّٰـهُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیْبِـهٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدِدِ خَلْقِهٖ

وَلَا يَأْبَ الشُّهَدَآءُ إِذَا مَا دُعُوْا ۚ وَلَا تَسْـَٔمُوْٓا
أَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا أَوْ كَبِيْرًا إِلٰٓى أَجَلِهٖ ۚ ذٰلِكُمْ
أَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَأَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَأَدْنٰٓى أَلَّا
تَرْتَابُوْٓا إِلَّآ أَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيْرُوْنَهَا
بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَلَّا تَكْتُبُوْهَا ۗ

صدق اللہ العظیم

اور جب گواہوں کو گواہی کیلئے بلایا جائے تو انکار نہ کریں۔ تحریر کرتے ہوئے سستی نہ کرو، وہ قرض چھوٹا ہو یا بڑا یہ تحریر انصاف کرنے کیلئے اللہ کے نزدیک بہت مفید ہے۔ اور بہت محفوظ رکھنے والی ہے اور تمہیں شک سے بچانے کا آسان طریقہ ہے مگر یہ کہ سودا دست بدستی ہو تو نہ لکھنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔

تفسیر

پانچواں حکم یہ فرمایا جا رہا ہے کہ جب گواہوں کو گواہی (دینے یا لکھنے) کیلئے بلایا جائے تو انکار نہ کریں کہ گواہی دینا بھی تو ایک حق واضح کرنے کا ذریعہ ہے اگر یہ گواہی نہ دیں گے تو حق دب جائے گا باطل فروغ پائے گا جو صحیح نہیں۔ پھر معاملہ کو بہتر بنانے کیلئے حکم دیا گیا ہے معاملہ چھوٹا ہو یا بڑا لکھا جائے معاملات کا قلمبند کرنا دیانت انصاف کو قائم رکھنے کا ایک بہترین ذریعہ ہے جس کا حکم دیا گیا ہے عام مشاہدہ ہے کہ فریقین معاملات قلمبند نہیں کرتے تو کسی نہ کسی مرحلہ پر فتنہ کھڑا ہو جاتا ہے جو فریقین کو قتل و غارت تک پہنچا دیتا ہے۔

وَصلَّی اللّٰـهُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیْبِـهٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدِدِ خَلْقِهٖ

وَأَشْهِدُوٓا۟ إِذَا تَبَايَعْتُمْ ۚ وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَلَا شَهِيدٌ ۚ وَإِن تَفْعَلُوا۟ فَإِنَّهُۥ فُسُوقٌۢ بِكُمْ ۗ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ ۖ وَيُعَلِّمُكُمُ ٱللَّهُ ۗ وَٱللَّهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيمٌ ۝

صدق اللہ العظیم

اور جب تم خرید وفروخت کرو تو گواہ بنالیا کرو نہ کسی لکھنے والے کو نقصان پہنچایا جائے اور نہ گواہ کو اگر تم نے ایسا کیا تو وہ بے شک تمہارا گناہ ہوگا اور اللہ سے ڈرتے رہو اور اللہ تمہیں سکھاتا ہے اور اللہ ہر چیز کو اچھی طرح جاننے والا ہے۔(۲۸۲)

تفسیر

آیہ کریمہ کے پہلے حصہ میں ارشاد تھا کہ کوئی شخص لکھنے یا گواہ بننے سے انکار نہ کرے مگر یہاں یہ احتمال تھا کہ لوگ کاتب کو یا گواہ کو پریشان کریں تو فرمایا گیا کہ کاتب اور گواہی دینے والے کو نقصان نہ پہنچایا جائے ایسا نہ کیا جائے کہ اپنی مصلحت اور فائدہ کیلئے انکی مصلحت اور فائدہ میں خلل ڈالا جائے۔ پھر فرمایا گیا اگر تم نے لکھنے والے یا گواہی دینے والے کو نقصان پہنچایا تو اس میں تم کو گناہ ہوگا اگر لکھنے والا اپنی مزدوری مانگے یا گواہ اپنے آنے جانے کا خرچ مانگے تو یہ اس کا حق ہے اسے دیا جائے یہ اس کا حق ادا نہ کرنا اسے نقصان پہنچانا ہے اسلام نے جس طرح گواہی دینے کیلئے آمادہ کیا ہے اور گواہی چھپانے کو جرم فرمایا ہے اسی طرح یہ بھی اہتمام کیا گیا ہے کہ لوگ گواہی سے بچنے پر مجبور نہ ہوجائیں۔

اس آیہ مبارکہ میں فریقین کی اصلاح کا ذکر فرمایا جارہا ہے کہ کاتبوں اور گواہوں کو نقصان نہ پہنچایا جائے کہ ان کے کام میں نقص پیدا کر کے انہیں تنگ کیا جائے اور گواہوں سے فرمایا جارہا ہے کہ وہ بھی نقصان نہ پہنچائیں کہ گواہی چھپائیں یا کچہری جانے میں ٹال مٹول سے کام لیں، کاتبوں اور گواہوں سے فرمایا جارہا ہے کہ وہ ایسا کریں گے تو مجرم ہوں گے۔ اللہ سے ڈرو وہ تمہیں دنیاوی کاروبار کے قوانین بھی سکھاتا ہے وہ تمام مصلحتوں کو اچھی طرح جانتا ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا
فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ ۗ فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ
بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِى اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَ
لْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ ۗ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ۗ وَ
مَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗٓ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا
تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ۝

صدق اللہ العظیم

اور اگر تم سفر میں ہو اور تمہیں دستاویز لکھنے والا نہ ملے تو قبضہ دیتے ہوئے رہن (کی بنا پر معاملہ طے کرلو) پھر اگر تمہیں ایک دوسرے پر اعتماد ہے اسے چاہئے کہ وہ اسکی امانت ادا کرے اور اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے اور گواہی نہ چھپاؤ اور جو شخص گواہی چھپائے گا بیشک اس کا دل گناہ گار ہے اور اللہ اس کو اچھی طرح جاننے والا ہے۔(۲۸۳)

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں قرض اور ادھار کیلئے اقرار نامہ لکھنے کی ہدایت فرمائی گئی ہے۔ اس لین دین کے سلسلہ میں قرآن مقدس نے کس قدر تاکید سے ارشاد فرمایا جس سے پتہ چلتا ہے حقوق العباد کا مسئلہ کس قدر اہم ہے۔اس ضمن میں

پہلی ہدایت تو یہ فرمائی گئی ہے جس کا ذکر ''اذا تداینتم''میں واضح ہے کہ معاملہ کو لکھواس لئے کہ نہ لکھنے میں بھول غلطی کی بنا پر فریقین میں اختلاف کا خطرہ ہے جو معاشرہ کیلئے مضر ہے اور گروہوں میں نفرت کا باعث بن سکتا ہے۔

دوسری ہدایت یہ کی گئی ہے کہ جب ادھار کا معاملہ کرو تو مدت کا تعین ضرور کرلو ایسا نہ کرنے سے اختلافات پروان چڑھ سکتے ہیں۔ میعاد ہی ایسی مقرر کرنی چاہئے جس میں کسی قسم کا شک نہ رہ جائے۔

تیسری ہدایت یہ کی گئی ہے کہ لکھنے والا تحریر کو نہایت عدل وانصاف کے ساتھ لکھے فریقین میں کسی سے

زیادتی نہ ہو۔

چوتھی ہدایت یہ کی گئی ہے کہ تحریر لکھوالے وہ شخص جس کے ذمہ حق ہے وہ واضح لکھوائے کہ میں فلاں ابن فلاں گواہوں کے روبرو وعدہ کرتا ہوں فلاں ابن فلاں کو اس کا یہ حق فلاں تاریخ کو ادا کردونگا۔

پانچویں ہدایت یہ فرمائی گئی ہے کہ صرف تحریر پر اکتفانہ کریں بلکہ موقع کے گواہ بنالیں کہ اگر کوئی جھگڑا پیدا ہو جائے تو گواہوں کے بیان پر عدالت فیصلہ کردے۔

چھٹی ہدایت یہ فرمائی گئی کہ گواہوں کیلئے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں ہوں صرف ایک مرد یا صرف دو عورتیں گواہی کیلئے کافی نہیں۔

ساتویں ہدایت یہ فرمائی گئی ہے کہ گواہ ثقہ ہوں، عادل ہوں، پسندیدہ ہوں جیسے ''ممن ترضون'' کے ارشاد سے واضح ہے۔

آٹھویں ہدایت یہ فرمائی گئی ہے کہ اس کیس میں گواہوں کا تحفظ بھی ضروری ہے کہ انہیں کسی قسم کے نقصان سے بچایا جائے جس سے پتہ چلتا ہے گواہ کو نقصان پہنچانا شرعاً ناجائز و حرام ہے۔

نویں ہدایت یہ فرمائی گئی ہے کہ اگر کوئی شخص ادھار کے سلسلہ میں کہ اعتماد کے معاملہ میں کوئی شی گروی رکھ لے تو وہ بھی جائز ہے مگر لفظ مقبوضہ سے واضح ہو رہا ہے وہ شی صرف اپنی رقم کی ادائیگی تک اپنے قبضہ میں رکھ سکتا ہے۔اس سے فائدہ نہیں لیا جاسکتا ہے اس مسئلہ تفصیل کیلئے کتب فقہ میں خاصہ مواد ہے۔ مرتہن کو صرف یہ حق ہے کہ وہ مال اپنے قبضہ میں رکھے رہن رکھی گئی شی سے جو نفع ہوگا اس کا حقدار مالک ہی ہے۔

دسویں ہدایت دی گئی ہے کہ جس شخص کو اس جھگڑے کا صحیح علم ہے تو وہ شہادت نہ چھپائے ورنہ اس کا دل گنہگار ہوگا دل کے گنہگار ہونے سے پتہ چلتا ہے کہ اصل معاملہ دل کا ہی ہے کہ دل نے گناہ کا ارادہ کیا تو اس شخص نے اس پر عمل کیا اس لئے بھی دل کے گناہ کا ذکر کیا گیا کہ دل انسان کے تمام اعضاء سے افضل ہے اور اس کا کام باقی اعضاء کی نسبت زیادہ عظیم ہے، ایک حکمت یہ بھی ہے کہ یہ گمان نہ کیا جائے کہ گواہی

چھپانے کا تعلق صرف زبان سے ہی ہے بلکہ دل کا ذکر کر کے یہ بتایا گیا ہے کہ نیکی اور گناہ کا اصل مرکز تو دل ہی ہے یہ سارے اعضاء کا حکمران ہے اور تمام اعضاء اس کے سپاہی ہیں۔ اس وجہ سے گناہ کی نسبت دل سے فرمادی گئی۔

حدیث شریف میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے اگر وہ درست ہے تو سارا جسم درست ہے اور وہ خراب ہے تو سارا جسم خراب۔ آگاہ ہو جاؤ وہ ہے دل۔ اس حدیث شریف کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے۔

ان آیات مبارکہ میں جو دس ہدایات دی گئی ہیں یہ ہدایات دراصل دس احکام ہی ہیں جنکی اطاعت واجب ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۗ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ۗ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۗ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۸۴﴾

صدق اللہ العظیم

اللہ ہی کی ملکیت ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اسے چھپاؤ یا ظاہر کرو اللہ اس کا حساب لے گا۔ جسے چاہے گا بخش دے گا اور جسے چاہے گا عذاب دے گا۔ اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (۲۸۴)

تفسیر

اس آیہ مقدسہ میں واضح فرمادیا گیا ہے اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے تمام اعمال کا محاسبہ فرمائے گا اُس عمل کا بھی محاسبہ ہوگا جو اس نے کیا اور اس عمل کا بھی جو اس نے دل میں چھپا رکھا تھا اور کر نہیں پایا تھا۔ اس ضمن

میں سیدنا عبداللہ ابن عمر کی وہ روایت واضح ہے آپ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ بات سنی ہے کہ مومن قیامت کے دن رب قدوس کے حضور حاضر کیا جائے گا اللہ تعالیٰ اس بندے کے ایک ایک گناہ کو یاد دلائے گا اور سوال کرے گا کہ تو جانتا ہے تو نے یہ گناہ کیا تھا۔ مومن اقرار کرے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے دنیا میں بھی تیری پردہ پوشی کی اور تیرا گناہ لوگوں میں ظاہر نہیں ہونے دیا اور میں آج اسے معاف کرتا ہوں لیکن کفار اور منافقین کے گناہوں کو مجمع عام میں بیان کر دیا جائے گا۔

جس حدیث شریف میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت کو معاف کر دیا ہے وہ جو اس کے دل میں تھا جب تک اسے زبان پر نہ لائے یا عمل نہ کرے۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ حدیث شریف دنیوی احکام کے متعلق ہے جیسے مسئلہ طلاق ہے دل میں ہے تو واقع نہیں ہوگی غلام کا آزاد کرنا ہے دل میں ہو تو آزاد نہیں ہوگا جب یہ باتیں زبان پر لائی جائیں گی تو عمل ہوگا۔ اس آیہ مبارکہ میں جو دل کے محاسبہ کا ذکر ہے یہ احکام آخرت سے متعلق ہے، ایک معنی یہ بھی ہے کہ دلوں میں چھپی چیزوں کی معافی سے مراد وسوسے ہیں جن پر گرفت نہیں۔

اس آیہ مبارکہ میں تنبیہ کر دی گئی ہے کہ مخلوق کے سامنے تو کسی قسم کی حیلہ جوئی سے بچا جا سکتا ہے مگر اللہ تعالیٰ تو خبیر ہے بصیر ہے اس سے کوئی شئ چھپی ہوئی نہیں لوگوں کو چاہئے کہ اپنے معاملہ میں سوچ سمجھ کر قدم رکھیں ایسے گناہوں کا علاج دل میں خدا کا خوف ہے جب دل میں ڈر ہوگا تو گناہوں سے پرہیز بھی ہو جائے گا۔ جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ کسی بندے کو قریب کرے تو پھر اس کے دل میں اپنا ڈر پیدا کر دیتا ہے جو اسے احکام خداوندی کی مخالفت سے روک دیتا ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ
وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ
وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۟ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۟
وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَ
اِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ﴿۲۸۵﴾ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا
وُسْعَهَا ؕ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ؕ
رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا
رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ
عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا
مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ٞ وَاغْفِرْ لَنَا ٞ
وَارْحَمْنَا ٞ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ
الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۸۶﴾

صدق اللہ العظیم

ایمان لائے رسول اللہ (ﷺ) اس پر جو اُن کے
رب کی طرف سے ان پر نازل ہوا اور ایماندار بھی
(ایمان لائے) اور سب ایمان لائے اللہ پر اور
اس کے فرشتوں پر اور اسکی کتابوں پر اور اس کے
رسولوں پر (اور کہتے ہیں ہم ایمان لائے ہیں)
اس کے رسولوں میں سے کسی میں فرق نہیں کرتے
اور انہوں نے کہا ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی
اے ہمارے رب تیری بخشش کے طالب ہیں اور
تیری طرف لوٹنا ہے۔(۲۸۵) اللہ تعالیٰ کسی شخص
کو اسکی طاقت سے زیادہ مکلّف نہیں کرتا جو اس
نے نیک کام کیئے ان کا فائدہ بھی اس کیلئے ہی ہے
اور جو اس نے برے کام کیئے اس کا نقصان بھی
اس کیلئے ہے اے ہمارے رب اگر ہم بھول
جائیں یا غلطی کریں تو ہماری گرفت نہ فرمانا اور ہم
پر ایسا بھاری بوجھ نہ ڈالنا جیسا تو نے ہم سے پہلے
لوگوں پر ڈالا اے ہمارے رب ہماری طاقت سے
زیادہ ہم پر بوجھ نہ ڈال ہمیں معاف فرمادے اور
بخش دے اور ہم پر رحم فرما تو ہمارا مالک ہے اور
ہمیں کفار پر غلبہ بخش۔(۲۸۶)

تفسیر

سورہ بقرہ شریف کی ان دو آخری آیات کے بہت سے فضائل ہیں حضور ﷺ نے فرمایا جس شخص نے رات کو یہ دو آیتیں پڑھ لیں تو یہ اس کیلئے کافی ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک روایت اس طرح ہے حضور ﷺ نے فرمایا یہ دو آیتیں اللہ تعالیٰ نے جنت کے خزانوں میں سے نازل فرمائی ہیں، جو شخص ان آیات کو عشاء کی نماز کے بعد پڑھ لے تو یہ تہجد کے قائم مقام ہو جاتی ہیں۔ ایک اور حدیث شریف میں ہے جسے بیہقی نے حاکم اور مستدرک میں بیان کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ کو ان آیات پر ختم فرمایا ہے جو مجھے اس خزانہ خاص سے عطا فرمائی ہیں جو عرش کے نیچے ہے اس لئے تم خاص طور پر ان آیات کو سیکھو اور اپنی عورتوں اور بچوں کو سکھاؤ

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہمارا خیال ہے جس آدمی کو بھی عقل ہوگی وہ سورہ بقرہ کی ان دو آخری آیتوں کو پڑھے بغیر نہ سوئے گا۔ ان دونوں آیات مبارکہ میں ایک خصوصیت یہ ہے کہ سورہ بقرہ میں دین اسلام کے اکثر احکام کہیں مجمل کہیں مفصل ذکر کر دئے گئے، ان دونوں آیات میں سے پہلی آیہ مبارکہ میں فرمانبردار مومنین کی تعریف کی گئی ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے ہر حکم پر گردن جھکا دی اور اطاعت کی، دوسری آیہ کریمہ میں ایک شبہ کا ازالہ کیا گیا ہے کہ پچھلی آیہ مبارکہ میں ذکر تھا جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے وہ ظاہر کرو یا چھپاؤ، اللہ اُس کا محاسبہ فرمائے گا یہ حکم سن کر صحابہ گھبرائے اور بارگاہ رسالت میں عرض کی حضور ہم نے تو سمجھا تھا کہ غیر اختیاری طور پر جو خیالات آجاتے ہیں ان کا حساب نہیں ہوگا مگر اس حکم سے تو پتہ چلتا ہے ہر خیال، وسوسے اور وہم کا حساب ہوگا حضور ﷺ نے اس سوال کے جواب کیلئے وحی کا انتظار فرمایا تو یہ آخری دو آیتیں نازل ہوگئیں۔ پہلی آیہ میں مخلصین مومنین کی تعریف کی گئی دوسری آیہ کریمہ میں صحابہ کے اس اشتباہ کا جواب دیا گیا اور دعا سکھائی گئی۔

اس آیہ مبارکہ میں حضور ﷺ اور ایمانداروں کے ایمان کا ذکر فرمایا گیا ہے، ایمانداروں کے ایمان کا ذکر

الگ جملہ میں بیان ہے، جس سے پتہ چلتا ہے کہ درجات کے لحاظ سے حضور ﷺ اور مومنین کے ایمان میں نمایاں فرق ہے وہ فرق یہ ہے کہ حضور ﷺ کا ایمان علم مشاہدہ اور سماع کی بناء پر ہے اور دوسرے مومنین کا ایمان بالغیب کی بنا پر ہے۔ان آیات میں یہ بھی فرمادیا گیا کہ حضور ﷺ کی اُمت پہلے لوگوں کی طرح نہیں کرے گی کہ بعض انبیاء کو مانا اور بعض کا انکار کیا جیسے یہود نے موسیٰ علیہ السلام کو اور نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو نبی مانا مگر حضور ﷺ کا انکار کردیا،''لا نفرق'' کے ارشاد سے یہ واضح فرمادیا گیا۔

پھر دوسری آیہ''لا یکلف اللہ ''میں اس شبہ کا ازالہ بھی کردیا گیا کہ چھپے خیالات پر بھی حساب ہوا تو عذاب سے بچا کیسے جائے گا تو فرمایا کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ اللہ مکلّف بناتا ہی نہیں۔جو کام اختیاری ہوں گے اُن پر گرفت ہوگی اور جو غیر اختیاری ہوں گے جیسے وساوس اور برے خیالات تو اس پر گرفت نہیں ہوگی۔

آیہ مبارکہ''لھا ما کسبت ''نے سارا عقدہ کھول دیا کہ انسان کو ثواب بھی اسی کا ہوگا جو ارادے سے کرے گا اور عذاب بھی اسی پر ہو گو جو ارادہ سے کرے گا۔آخری آیہ مبارکہ میں دعا سکھادی گئی ہے جس میں بھول چوک سے غلطی سرزد ہونے کی معافی مانگی گئی ہے اور بالکل آخر میں رب قدوس سے عرض ہے اے اللہ ہم پر سخت کاموں کا بوجھ نہ ڈالنا جیسے ہم سے پہلے بنی اسرائیل پر بوجھ ڈالا گیا، جیسے کپڑے کے پاک ہونے کیلئے اس کا کاٹنا ضروری تھا اور قتل کئے بغیر توبہ قبول نہ ہوتی تھی۔یا یہ معنی ہوگا کہ بنی اسرائیل کی طرح دنیا میں ہم پر عذاب نازل نہ ہوگا جیسے بنی اسرائیل پر ہوتا رہا ہے۔

ان آیات مقدسہ پر ذرا غور کریں کہ رب قدوس کو اپنے بندوں سے کس قدر پیار ہے اور وہ اپنے بندوں پر کس قدر رحیم ہے کہ انہیں اپنے دروازے پر آنے اور مانگنے کا طریقہ فرمایا جارہا ہے۔ان دعائیہ کلمات میں تمام مسائل اور مشکلات کا حل اور عجز وانکساری سے مانگنے کا انداز بھی سکھادیا گیا ہے، ظاہر ہے جب دینے والا خود ہی مانگنے کا طریقہ سکھارہا ہے تو ظاہر ہے وہ عطا بھی فرمائے گا۔

وَصَلَّى اللّٰـهُ تَعَالىٰ عَلىٰ حَبِيْبِـهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

سورہ آل عمران

اس سورۃ مبارکہ کے بیس رکوع ہیں اور دوسو آیات مبارکہ ہیں اس سورہ پاک میں آل عمران کا ذکر ہے اسی بناء پر اس کا نام ''آل عمران'' ہوا۔حضور ﷺ نے اس سورۃ کا نام ''سورہ ذھرا'' بھی فرمایا ہے حضور ﷺ نے فرمایا قرآن پڑھا کرو وہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کی شفاعت کرے گا، ذھرادین کو پڑھا کرو کہ وہ قیامت کے دن بادلوں کی طرح آئیں گے یا پرندوں کی جماعتوں کی طرح اور اپنے پڑھنے والوں کی طرف سے حجت پیش کریں گی۔ ذہرادین سے مراد ''سورہ بقرہ اور سورۃ آل عمران'' ہے۔اس سورۃ کا نام ''سورۂ کنز'' بھی ہے، جس کا معنی ہے ''خزانہ''۔اس سورۃ کا نام ''طیبہ'' بھی ہے۔

درمنثور میں ابوعطاء سے روایت ہے، تورات میں آل عمران کا نام ''طیبہ'' ہے سورۃ بقرہ میں سیدنا آدم علیہ اسلام کی تخلیق کا ذکر فرمایا گیا ہے اور اس سورۃ آل عمران میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی تخلیق کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ان دونوں انبیا علیہم السلام کی تخلیق میں تعلق یہ ہے کہ آدم علیہ السلام کو بغیر ماں باپ کے پیدا فرمایا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کیا، ان دونوں صورتوں میں ایک تعلق اور بھی ہے ان میں یہودونصاریٰ کے ساتھ بحث ومباحثہ کا ذکر بھی ہے۔سورۃ بقرہ شریف میں یہود کا رڈ زیادہ ہے جبکہ سورہ آل عمران میں عیسائیوں کی تردید زیادہ ہے۔ایک اور تعلق بھی ہے دونوں سورتوں کے آخر میں بارگاہ قدس میں عجزوانکساری، حاضری اور دعاؤں کا ذکر ہے، اس سورۃ آل عمران میں اللہ تعالیٰ کی توحید والوہیت کو بیان فرمایا گیا ہے، عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں ان کے غلط نظریات کی تردید فرمائی گئی ہے۔

اس سورۃ پاک میں نجران کے عیسائیوں کا مناظرہ کی غرض سے حضور ﷺ کے ہاں آنے کا ذکر ہے۔ عیسائیوں کا گروہ ساٹھ (60) افراد پر مشتمل تھا ان کا قائد عبدالمسیح نامی شخص تھا ان کا مذہبی رہنما ابوحارثہ تھا ابوحارثہ کے بھائی کرز نے حضور ﷺ کے خلاف بات کی تو ابوحارثہ نے کہا انہیں ایسا نہ کہو کرز نے کہا اگر تم

اس کی حمایت کرتے ہو تو مسلمان کیوں نہیں ہو جاتے، ابو حارثہ نے کہا اگر مسلمان ہو جاؤں تو پھر شاہی عنایات ختم ہو جائیں گی۔ابو حارثہ کی یہ بات کرز کے دل میں بیٹھ گئی اور وہ (25) پچیس ساتھیوں کے ساتھ مسلمان ہو گیا۔

مناظرہ کرنے والا یہ گروہ جب مسجد نبوی میں پہنچا تو عیسیٰ علیہ السلام کے خدا ہونے پر بحث شروع ہوئی حضور ﷺ نے عیسیٰ علیہ السلام کے انسان ہونے، نبی ہونے اور خدا یا خدا کا بیٹا نہ ہونے پر دلائل فرمائے تو وہ لاجواب ہو گئے۔ یہ سورۃ پاک نازل ہوئی اس میں عیسائیوں کے عقیدہ تثلیث کی تردید کر دی گئی اس سورت پاک میں انبیاء علیہم السلام کی تبلیغ دین کا ذکر فرمایا گیا ہے تمام انبیاء کرام نے اپنی اپنی قوم کو دین حقہ کی تبلیغ کی، تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا دین ایک ہی دین ہے جیسے حضور ﷺ کے ایک ارشاد میں یہ واضح ہے۔حضور ﷺ نے فرمایا "نحن معشر الانبیاء ابونا واحد و امھاتنا شیٔ" (ہمارا باپ (دین) ایک ہے ہماری مائیں (شریعتیں) مختلف ہیں۔

اس دین کا بنیادی اصول اور ضابطہ خدا رب قدوس جل مجدہ الکریم کی توحید ہے کہ وہ ذات وہ ہے جس کی ذات میں، صفات میں، افعال میں کوئی دوسرا شریک نہیں اسی توحید کے ماننے والے کو مسلمان کہا جاتا ہے اور اس کے منکر کو کافر۔اس عقیدۂ توحید کی ایک واضح اور کھلی دلیل یہ ہے کہ سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر حضور ﷺ تک ہر نبی نے اس عقیدۂ کا اعلان کیا ہے کہ اللہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں حالانکہ ان انبیاء کرام کے مختلف زمانوں کے درمیان طویل عرصہ ہے۔ ملک ایک نہیں، زمانہ ایک نہیں مگر سبھی کا عقیدۂ ایک ہے کہ خدا وحدہٗ لاشریک ہے، اسی ایک واقع پر ذرا غور کیا جائے تو اس عقیدۂ کی صداقت کھل کر سامنے آجاتی ہے اور کسی عقلمند کو توحید کے انکار کی مجال نہیں رہتی۔ابتدائی دو آیتوں میں توحید کا مضمون ہے جو حضور ﷺ نے مسیحوں کے سامنے بیان فرمایا اور وہ لاجواب ہو گئے، اگلی آیت مقدسہ میں اس وحدہ لاشریک کے علم محیط کا ذکر ہے جس سے کائنات کا کوئی ذرہ چھپا ہوا نہیں۔اس سے اگلی آیۃ کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی

قدرت کاملہ کا ذکر ہے کہ اس ذات والا صفات نے انسان کو کس حیران کن انداز سے پیدا فرمایا ہے انسانوں کی صورتوں اوران کے رنگوں میں عجیب وغریب قدرت کا ظہور ہے۔کہ لا تعداد انسانوں کی شکلیں صورتیں بالکل الگ الگ دکھائی دیتی ہیں ،ان صفات مقدسہ کے ذکر کے بعد پتہ چلتا ہے کہ جو ذات بابرکات ان صفات کی مالک ہے عبادت کے لائق بھی وہی ہے۔

ان ابتدائی آیات میں قرآن مقدس کی عظمت کا اس طرح اظہار ہے کہ یہ کتاب حق کے ساتھ اتری ہے یہ کتاب ایسی شان وعظمت کے ساتھ آئی کہ ایسے دلائل کے ساتھ نازل ہوئی کہ کسی عقل سلیم کو انکار کی گنجائش نہیں۔کفر کے گھٹا ٹوپ اندھیروں سے انسان کو نکالنے کے لئے آئی،لفظ ''حق'' کی تفسیر میں بہت سے معانی پائے جاتے ہیں ایک یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب مبارکہ کو ہر قسم کی تبدیلی وتحریف سے محفوظ رکھا جبکہ تورات،انجیل اور زبور بے شمار تحریفات کا شکار ہوگئیں۔ماقبل کے محرف ہونے پر مطالعہ کیلئے اس فقیر کی کتاب ''علم القرآن'' کا مطالعہ مفید رہے گا۔

قرآن مقدس پہلی کتابوں تورات اور انجیل وغیرہ کی تصدیق کرتی ہے۔تورات سے مراد وہ احکام ہیں جو موسیٰ علیہ السلام پر ان کے اعلان نبوت سے ان کے وصال تک نازل ہوئے ،ایسے ہی متّی،مرقس،لوقا ،یوحنا کے اندر جو عیسیٰ علیہ السلام کے ارشادات وخطبات ہیں دراصل وہی اناجیل ہیں۔

وَصلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓمّٓ ۚ﴿۱﴾ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۭ﴿۲﴾
نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا
بَيْنَ يَدَيْهِ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ﴿۳﴾
مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ڛ
اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَھُمْ عَذَابٌ
شَدِيْدٌ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿۴﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا
يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي
السَّمَاۗءِ ﴿۵﴾ ھُوَ الَّذِيْ يُصَوِّرُكُمْ فِي
الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَاۗءُ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا ھُوَ الْعَزِيْزُ
الْحَكِيْمُ ﴿۶﴾

صدق اللہ العظیم

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جونہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے(الف، لام، میم)
(۱) اللہ ہے وہ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ ہمیشہ سے زندہ ہے اور تمام نظام کو قائم کرنے والا ہے(۲) اس نے حق کے ساتھ آپ پر کتاب نازل کی جو ان کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے نازل ہو چکی ہیں اور اس نے تورات اور انجیل کو نازل کیا اس کتاب سے پہلے لوگوں کی ہدایت کے لئے اور فرمان نازل کیا بے شک جن لوگوں نے اللہ کی آیات کے ساتھ کفر کیا ان کے لئے سخت عذاب ہے اور اللہ غالب انتقام لینے والا ہے
(۴) بے شک اللہ پر کوئی شے نہیں چھپی ہوئی زمین میں اور نہ آسمان میں(۵) وہی ہے جو ماؤں کے پیٹ میں جس طرح چاہتا ہے تمہاری صورتیں بناتا ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ بہت غالب بڑی حکمت والا ہے(۶)

تفسیر

الف لام میم حروف مقطعات ہیں یہ حروف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے درمیان راز ہیں ان حروف کے معانی کے بارہ میں یہ کہنا کہ ان کے معانی اللہ کے بغیر کوئی جانتا ہی نہیں، یہ موقف ٹھیک نہیں ہے اس کا معنی یہ ہوگا کہ کتاب قرآن پاک جس پر اتری اس کا کچھ حصہ صاحب کتاب رسول کریم ﷺ کو بھی نہیں بتایا گیا، صاحب روح المعانی نے تو یہ فرمایا کہ حضور کے بعد ان کا مفہوم صرف اولیاء اللہ کو معلوم ہے، سورۂ بقرہ شریف کی آخری آیات میں تھا، اے اللہ! ہمیں کافروں پر غلبہ عطا فرما اور اپنی مدد سے نواز، اس درخواست کے جواب میں سورت آل عمران نازل فرمادی جس میں ایسی آیات مبارکہ نازل کیں جن میں نجران کے عیسائیوں پر غلبہ کا ذکر ہے اور دعا کی قبولیت کا اظہار ہے۔

اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے نجران کے عیسائیوں کا ایک گروہ عاقب عبدالمسیح کی سربراہی میں حضور ﷺ کے دربار گوہربار میں آیا اور کئی دن تک مدینہ منورہ میں عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق مناظرہ کرتے رہے عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں اپنے مختلف خیال بتاتے رہے کبھی عیسیٰ علیہ السلام کے خدا ہونے کا دعویٰ کرتے اور کبھی عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہ کہتے کہ وہ خدا کے بیٹے ہیں اور کبھی وہ باپ، بیٹا، روح القدس کی بحث کرتے اور وہ تینوں میں ایک ہیں۔ اللہ رب العزت نے اس سورہ میں بہت سی آیات ان کے رد میں نازل فرمائی ہیں جن میں عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں غلط نظریات وعقائد کی تردید ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا ذکر کر کے ان کی الوہیت کی تردید کی گئی ہے، پیدا ہونے والا خدا کیسے ہوسکتا ہے حضور ﷺ نے عیسائیوں کے باطل نظریہ کی تردید میں فرمایا، عیسیٰ علیہ السلام خدا نہیں ہیں کہ ان پر موت آئے گی اور خدا وہ ہے جس پر موت ہرگز نہیں آپ نے فرمایا ہمارا رب ہر چیز کو قائم کرنے والا ہے اور رزق دینے والا ہے جبکہ عیسیٰ علیہ السلام کو یہ قدرت نہیں آپ نے فرمایا تم جانتے ہو اللہ تعالیٰ پر زمین وآسمان کی کوئی شی چھپی نہیں جبکہ عیسیٰ علیہ السلام کیلئے بغیر خدا کی عطا کے یہ ممکن نہیں۔ حضور ﷺ نے ایک اور دلیل فرمائی، ہمارا رب

ماؤں کے پیٹوں میں تصویریں بناتا ہے جیسے چاہتا ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کیلئے یہ درجہ حاصل نہیں وہ خود ماں کے پیٹ میں رہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا، ہمارا اللہ کھانے پینے سے پاک ہے جبکہ عیسیٰ علیہ السلام کھاتے بھی ہیں اور پیتے بھی۔ حضور ﷺ کے ان جامع کلمات طیبات کے بعد وہ لاجواب ہو گئے مگر محض ضد اور ہٹ دھرمی کے باعث اپنے موقف پر ڈٹے ہے۔

اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے ان آیات میں قرآن مقدس کو حق فرمایا اور ساتھ ہی فرمایا کہ قرآن پاک تورات و انجیل کی صداقت بھی بیان کرتا ہے اور یہ مقدس کتاب قرآن اس وقت نازل ہوا جب دنیا تاریکی میں ڈوب چکی تھی جہالت اور گمراہی نے دنیا پر ڈیرہ ڈال رکھا تھا، پھر اس کتاب قرآن مقدس کو انہیں آیات میں فرقان بھی فرمایا کہ اس کے اندر حق و باطل کی تمیز کرنے والے ارشادات ہیں اور اس میں وہ قوت ہے جس سے حق و باطل کو نکھار کر سامنے لایا جا سکتا ہے بعض حضرات نے فرقان سے مراد معجزات بھی لئے ہیں۔ اس سورۂ پاک کی پہلی آیہ مبارکہ میں توحید کے مضمون کو نہائیت شاندار انداز میں بیان فرمایا گیا ہے جس سے کسی بھی انسان کے متعلق اس کے خدا ہونے کا دعویٰ پاش پاش ہو جاتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام اپنے اپنے دور میں توحید کی طرف لوگوں کو بلاتے رہے اور اس عقیدہ کو لوگوں کے دلوں میں بٹھاتے رہے۔ آدم علیہ السلام کے بعد آنے والے انبیاء علیہم السلام نے بھی اس عقیدہ توحید کو نمایاں اور اجاگر کیا ہے۔ تمام انبیاء علیہم السلام کا اپنے اپنے دور میں مختلف ممالک میں مختلف زبانوں میں مختلف ماحول میں ایک ہی دعوت کا دینا کہ خدا وحدہ لاشریک ہے اس کی ذات وصفات میں کوئی شریک نہیں یہ ایک ایسا اہم درس ہے جسے بھلایا نہیں جا سکتا۔ ایسی ہی ذات والاصفات عبادت کے لائق و مستحق ہو سکتی ہے۔

وَصلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدِدِ خَلْقِہٖ

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ ۚ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ؔۘ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝۷

صدق اللہ العظیم

وہی ہے (اللہ) جس نے آپ پر کتاب نازل فرمائی ۔(جس کی) کچھ آیات محکم ہیں وہی کتاب کی اصل ہیں اور کچھ آیات متشابہ ہیں ۔پس وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے وہ ان آیات کی پیروی کرتے ہیں جو متشابہ ہیں ان کا مقصد فتنہ پھیلانا ہے اور غلط نظریات کو بیان کرنا ہے اس کے صحیح معنی کو کوئی نہیں جانتا مگر اللہ اور علم میں پختہ لوگ کہتے ہیں ہم اس کے ساتھ ایمان لائے سب کچھ ہمارے رب ہی کی طرف سے ہے اور صرف عقل والے ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں ۔(۷)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ سے تعلق یہ ہے کہ عیسائیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں کہا کہ انہیں قرآن کلمہ کہتا ہے ،روح کہتا ہے جس سے پتہ چلتا ہے عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں ان کے اس سوال کے جواب میں یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی ،فرمایا قرآن حکیم میں کچھ آیتیں محکم بھی ہیں اور کچھ متشابہ بھی اور یہ آیت جن سے تم عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا ہونے کا استدلال کرتے ہو یہ آیت متشابہات میں سے ہے اور متشابہات کے معانی ومطالب کو اللہ کے بغیر کوئی نہیں جانتا۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ محکم وہ آیات ہیں جن کے معانی علماء کو معلوم ہیں متشابہ وہ

آیات ہیں جن کے معانی اللہ تعالیٰ جل مجدہ الکریم کے ساتھ خاص ہیں ۔ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ محکمات وہ آیات ہیں جو ناسخ ہیں اور متشابہات وہ آیات ہیں جو منسوخ ہیں ،بعض کے نزدیک محکم وہ آیات ہیں جن کا صرف ایک ہی معنی ہو اور اس میں تاویل کی گنجائش نہ ہو اور متشابہات وہ آیات ہیں جن میں تاویل کی گنجائش ہو۔

اس آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا ہے جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ فتنہ وفسادات کی تلاش کے لئے آیات متشابہات کے درپے رہتے ہیں جن لوگوں کے دلوں میں ٹیڑھا پن ہے ان سے مراد مسیحی لوگ ہیں ۔جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیتے ہیں ،متشابہات میں پڑتے ہیں ۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا ان لوگوں سے مراد یہود ہیں ایک مرتبہ حضور ﷺ نے یہودیوں کے ایک بڑے عالم حیّ ابن اخطب کے سامنے مختلف سورتوں کے حروف مقطعات پڑھے تو وہ حروف کے اعداد نکال کر دین اسلام کے وقت کا حساب کرنے لگے کہ یہ دین کب تک رہے گا تو یہ آیہ مبارکہ نازل ہوئی اس کتاب میں محکمات بھی ہیں اور متشابہات بھی ۔اس عنوان میں مزید مطالعہ مطلوب ہو تو پہلے پارہ کے افتتاحیہ سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک روایت ہے آپ فرماتی ہیں حضور ﷺ نے فرمایا آیات متشابہات میں بحث کرنے والوں کو دیکھو تو ان سے بچ جاؤ ان سے بچنے کا اللہ نے حکم دیا ہے ۔(بخاری جلد۲) سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں لوگ قرآن مقدس کے متشابہات میں بحث کریں گے تو تم سنت کا علم رکھنے والوں کو لازم پکڑو ۔ایک حدیث شریف میں ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا مجھے اپنی امت پر تین باتوں کا خوف ہے۔

☆ ایک یہ کہ مال کی کثرت ہوجائے تو آپس میں حسد میں مبتلا ہوں۔

☆ دوسرا ڈر یہ ہے کتاب اللہ کے بارہ میں جاہل بھی اس کے سمجھنے کا مدعی ہواوراس میں جو باتیں سمجھنے کی نہیں یعنی متشابہات ان کے معنی سمجھنے کی کوشش کرنے لگیں حالانکہ ان کا مطلب اللہ ہی جانتا ہے۔

☆ تیسرا ڈر یہ ہے کہ علم پڑھ کرا سے ضائع کردیں اور علم کو بڑھانے کی کوشش چھوڑ دیں۔

اس آیۃ مبارکہ میں '' راسخین فی العلم '' کا ذکر ہے علم میں پختہ لوگ کون ہیں۔زیادہ راجح قول یہ ہے ان سے مراد وہ اہل حق لوگ ہیں جو قرآن کریم کی اسی تعبیر کو صحیح سمجھتے ہیں جو صحابہ کرام،سلف صالحین اور اجماع امت سے ملی ہے یہ اہل علم افراد محکمات کو قرآن مقدس کا مرکز جانتے ہیں اور متشابہات کے معانی جو ان کے علم وفہم سے باہر ہوں تو اپنا علمی غرور نہیں کرتے ان کے معانی کو اللہ کے سپرد کرتے ہیں کہ وہی بہتر جانتا ہے وہ لوگ ضدی ہٹ دھرم نہیں کہ متشابہات کے پیچھے ہی لگے رہیں وہ تو اس قسم کی آیات کو محکمات ہوں یا متشابہات ان کو حق جانتے اور یقین رکھتے ہیں۔کہ یہ دونوں قسم کی آیات مبارکہ ایک ہی ذات والا صفات سے وابستہ ہیں۔(تفسیر مظہری)

علماء کا وہ طبقہ جو یہ کہتا ہے کہ متشابہات سے مراد وہ امور ہیں جن کا علم اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو نہیں وہ بھی یہ مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان امور کا علم حضور ﷺ کو دیا ورنہ یہ کہنا پڑیگا اللہ تعالیٰ نے جو کتاب محبوب ﷺ پر اُتاری اس کے کچھ حصہ کا حضور کو بھی پتہ نہیں تو کتاب کے اترنے کا مقصد ہی ختم ہوجائے گا جو گمراہی ہے۔

وَصلَّى اللّٰـهُ تَعَالىٰ عَلىٰ حَبِيْبِـهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدِدِ خَلْقِهٖ

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ
لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿۸﴾
رَبَّنَآ اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ
فِيْهِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿۹﴾

صدق اللہ العظیم

اے ہمارے رب ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر اس کے بعد کہ تو نے ہمیں ہدایت دے دی اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا کر بے شک تو ہی دینے والا ہے۔(۸) اے ہمارے رب بے شک تو سب لوگوں کو جمع کرنے والا ہے اس دن کے لئے جس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے بے شک اللہ وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔(۹)

تفسیر

پچھلی آیت مبارکہ میں نیک اور بد دو گروہوں کا ذکر تھا اب اس آیۃ کریمہ میں دعا کی تعلیم دی جارہی ہے کہ ایمان والو! ہم سے یہ دعا کرو کہ اللہ ہمیں گمراہ نہ کر، ہدایت پر قائم رکھ، گویا اہل حق ایمان دار بارگاہ اقدس میں عرض کرتے ہیں کہ اللہ جب تو نے ہمیں اپنے فضل وکرم سے ہدایت دے دی ہے اب ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر اور اپنی خاص نعمتوں سے نواز، تو ہی عطاء فرمانے والا ہے۔ اے اللہ! تو ہمیں قیامت کے دن ایک جگہ پر جمع فرمائے گا اس دن اپنے فضل سے نوازنا اس دن عزت بخشنا قیامت کی رسوائی سے بچالینا ،تو نے اپنے ایمان داروں کے لئے بخشش کا وعدہ فرمایا ہے تو اپنے وعدوں کو پورا فرماتا ہے۔

ان دعاؤں میں سکھایا جارہا ہے کہ بندے کی نظر اپنے رب قدوس پر ہی ہونی چاہئے خدا سے ہٹ کر دوسرے پر نگاہ دل کی کجی ہے، دعاؤں میں بتایا جارہا ہے کہ بندہ رب کے حضور عجز وانکساری کو پیش کرتا ہے اپنی عبادت پر ناز نہ کرے صرف اسی پر بھروسہ رکھے وہی حقیقی کارساز ہے اور وہی حقیقی مددگار ہے۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور ﷺ بارگاہ قدس میں اکثر یہ دعا کیا کرتے تھے ’’اے دلوں کے بدلنے والے میرے دل کو دین پر ثابت قدم رکھ‘‘ عرض کی گئی حضور ﷺ آپ اس دعا کو کثرت سے کیوں پڑھتے

ہیں تو فرمایا ہر دل رحمان کی دو انگلیوں کے درمیان ہے۔ جسے چاہتا ہے بدلتا رہتا ہے۔ دل کو قائم رکھنا، اُسے بدلنا یہ اس کا کام ہے۔ ایک اور حدیث شریف میں ہے جسے سنن ابن ماجہ نے روایت کیا ہے ”دل جنگل میں پڑے ایک پرکاہ کی طرح ہے جسے ہوا الٹاتی پلٹاتی رہتی ہے“ اس آیہ کریمہ میں ارشاد ہے اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں فرماتا اگر مجرم کی سزا کا فرمایا ہے اور پھر اُسے معاف فرما دیا تو یہ خلاف وعدہ نہیں یہ اس کا اختیار ہے جسے چاہے معاف فرمادے قانون اور ہے اختیار اور ہے۔ مجرم کو سزا دینا قانون ہے مگر اس کی توبہ سے اپنے فضل کے ساتھ اسے معاف کر دینا اختیار ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ وَ اُولٰٓئِكَ هُمْ وَقُوْدُ النَّارِ ۙ﴿۱۰﴾ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۱۱﴾ قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۲﴾

صدق اللہ العظیم

بے شک جن لوگوں نے کفر کیا انہیں عذاب سے نہ ان کے مال بچا سکیں گے نہ ان کی اولاد، وہی لوگ دوزخ کا ایندھن ہیں۔ (۱۰) ان کا طریقہ بھی آل فرعون اور ان سے پہلی قوموں کی طرح ہے جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا تو اللہ نے ان کے گناہوں کے سبب پکڑ لیا اللہ سخت عذاب دینے والا ہے (۱۱) آپ کافروں سے کہہ دیجئے تم عنقریب مغلوب ہو گے اور جہنم کی طرف ہانکے جاؤ گے کیا ہی بُرا ٹھکانہ ہے۔ (۱۲)

تفسیر

اس سے پہلی آیات مقدسہ میں علم میں راسخ اور دین پر ثابت قدم لوگوں کا ذکر تھا اور ان کا ذکر تھا جو دین پر ثابت قدمی کی دعا کرتے تھے اور مرنے کے بعد زندہ ہونے کا یقین رکھتے تھے۔ اس آیہ کریمہ میں کفار کے حالات کا ذکر فرمایا جارہا ہے کہ جن لوگوں نے حضور ﷺ کی نبوت کا انکار کیا قرآن مقدس کی متشابہات کو ملت میں افتراق و انتشار کا باعث بنایا ایسے لوگوں کو قیامت کے دن اللہ کے عذاب سے کوئی نہیں بچا سکے گا اور ان کی اولاد، ان کا مال اُنہیں کام نہیں دے سکیں گے۔

اس آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا ہے جن لوگوں نے حضور ﷺ کو نہ مانا ان کا یہ طریقہ بھی پہلے زمانے کے کفار کی طرح ہے انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی گرفت میں لیا اور عذاب میں مبتلا کیا اس دن بے ایمان لوگوں کو عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔ آل فرعون کا ذکر کر کے اس کی قوم کی تباہی و بربادی کی طرف توجہ دلائی گئی کہ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جھٹلایا تو انہیں برباد کردیا گیا۔ بنی اسرائیل ان پر غالب ہوئے فرعونی علاقہ کے وارث بنو اسرائیل بن گئے یہی حال ان لوگوں کا ہوگا جو حضور ﷺ کی مخالفت کریں گے۔

آیہ کریمہ کے آخری حصہ میں کفار کو ان کی رسوائی اور شکست کی خبر سنائی گئی اس حصہ کے نزول کا واقعہ اس طرح ہوا، فتح بدر کے بعد حضور ﷺ نے یہود کو جمع کر کے فرمایا اسلام قبول کرلو ورنہ تمہارا حشر بھی قریش کا سا ہوگا۔ یہود نے کہا کہ آپ (ﷺ) نے ہماری ہمت و جرأت دیکھی ہی نہیں آپ (ﷺ) کو اس وقت ہم سے واسطہ ہی نہیں جب جنگ ہوگی نتیجہ سامنے آجائے گا تو یہ آخری حکم نازل ہوا۔ کہ آپ (ﷺ) کفار سے کہہ دیجئے کہ جلدی مغلوب ہوگے اور جہنم میں ڈالے جاؤ گے چنانچہ یہود اور مشرکین کو قتل و قید کے ساتھ ساتھ جزیہ اور جلاوطنی کے ذریعہ مغلوب کیا گیا تھا۔ یہ خبر اس طرح سچی کر دکھائی گئی کہ مسلمانوں کے ہاتھوں ایک دن میں چھ سو یہودی قتل ہوئے بنو قریضہ اور بہتوں کو گرفتار کیا گیا، خیبر والوں پر جزیہ مقرر کیا گیا۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِیْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ؕ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ اُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْیَ الْعَيْنِ ؕ وَ اللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ ﴿۱۳﴾

صدق اللہ العظیم

دونوں گروہوں کا آپس میں لڑنا تمہارے لئے نشانی تھی (میدان بدر میں) ایک گروہ اللہ کی راہ میں صف آراء تھا دوسرا گروہ کفار کا تھا (وہ کفار) مسلمانوں کو اپنے سے دوگنا دیکھ رہے تھے اللہ اپنی مدد سے جس کی چاہتا ہے تائید کرتا ہے بے شک اس میں آنکھوں والوں کے لئے ضرور عبرت ہے۔ (۱۳)

تفسیر

اس آیہ کریمہ میں جنگ بدر کا ذکر فرمایا گیا ہے جس میں تین سو تیرہ مسلمانوں نے نوسو پچاس کافروں کو شکست دی۔ حالانکہ کفار کی اس کثیر جماعت کے پاس جنگ کا ساز و سامان بھی وافر تھا۔ اونٹ گھوڑے بھی با کثرت تھے اور مسلمانوں کی مختصر جماعت کے پاس چھ زرہیں تھیں اور صرف دو گھوڑے تھے ہر چار آدمیوں کے لئے ایک اونٹ تھا پھر بھی قدرت نے عظیم فتح سے نوازا۔

اس فتح میں کئی نشانات قدرت نمایاں ہیں چھوٹی جماعت کا بڑی جماعت پر غالب ہونا نشان قدرت ہے تجربہ کار جنگ آزمودہ کفار کے ساتھ تین سو تیرہ نا تجربہ کار غیر مسلح افراد کا غالب آنا نشان قدرت ہے مغرور دشمن کا شراب پی کر غل غباڑہ کرنا اور عجز و انکساری کے پیکر صحابہ کرام کا سربسجود ہونا، دعائیں کرنا، نشان قدرت ہے حضور ﷺ کا بارگاہ اقدس میں سربسجود ہونا اور فتح کی دعا کرنا نشان قدرت ہے، دشمنوں کو مسلمانوں کا زیادہ نظر آنا نشان قدرت ہے (مسلمان کفار کو اپنے سے دوگنا دیکھ رہے تھے اور پھر بھی ثابت قدم رہے) فرشتوں کا نزول صحابہ کرام کیلئے باعث اطمینان بنا، یہ بھی نشان قدرت ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ۗ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۖ وَاللّٰهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الْمَاٰبِ ﴿۱۴﴾

صدق اللہ العظیم

اچھی بنا دی گئی ہے لوگوں کے لئے عورتوں، بیٹوں، چاندی، سونے کے خزانوں، نشان زدہ گھوڑوں، مویشیوں اور کھیتی کی محبت یہ فائدہ اٹھانا ہی دنیا کی زندگی ہے اور اللہ ہی کے پاس اچھا ٹھکانہ ہے۔ (۱۴)

تفسیر

اس آیہ کریمہ میں دنیا کی محبت کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ لوگوں کو دنیا کی مرغوب چیزوں نے فریفتہ کر رکھا ہے وہ خواتین، سونا، چاندی، اولاد، کاروبار، کھیتی باڑی سے گہری وابستگی رکھتے ہیں یہ سب کچھ دنیاوی سامان ہے اور بہترین ٹھکانہ تو اللہ جل جلالہ کے پاس ہی ہے۔ یاد رہے دنیا کی محبت ایک فطری امر ہے جس سے چھٹکارا مشکل ہے مگر اس میں انہاک غُلوّ حد سے زیادہ بربادی کا سبب ہے۔

قرآن مقدس نے ''ربنا اتنا فی الدنیا حسنة'' کا درس دے کر محتاط رہنے کا حکم دیا ہے۔ حضور ﷺ نے دنیا کے بارہ میں ارشاد فرمایا ''حب الدنیا رأس کل خطیٔة'' (دنیا کی دولت ہر برائی کا سرچشمہ ہے) دنیا کی محبت کے سلسلہ میں جن چیزوں کا نام لیا گیا ہے عموماً اِن چیزوں پر لوگ فریفتہ ہو کر آخرت کو بھلا دیتے ہیں۔

اس آیہ مبارکہ کے پہلے درجہ میں عورت کی محبت کا ذکر فرمایا ہے، پھر اولاد، پھر سونے، چاندی، جانوروں اور کھیتی باڑی کا۔ جس سے درجات کا پتہ بھی چلتا ہے، ترتیب یہی ہے اور یہ بھی کہ یہ چیزیں انسان کی محبت کا مرکز ہیں۔ اب قدرت نے ان چیزوں کی محبت لوگوں کے دلوں میں ڈال دی ہے جس میں یہ حکمت واضح ہوتی ہے اگر ان چیزوں کی محبت دلوں میں ڈالی ہی نہ جاتی تو نظام دنیا میں ایک زبردست خلا پیدا ہو جاتا۔ اِنہیں چیزوں کی محبت ہی ہے جو انسانوں کو محنت، مزدوری، کاشتکاری، کاروبار، تجارت، نوکری

اور ایسے کاموں میں آمادہ کرتی ہے جو نظام زندگی کا حصہ ہیں۔ اگر یہ محبت انسان کے دل میں نہ ڈالی جاتی تو اسے آخرت کی نعمتوں کا شوق کیسے پیدا ہوتا کہ وہ انعامات ان انعامات سے کہیں زیادہ بہتر، اچھے، حسین اور عمدہ ہیں، پھر دنیا کی یہ محبت انسانوں میں رکھ کر ان کا امتحان بھی لیا گیا ہے کہ لوگ اس پر فریفتہ ہو کر آخرت کو بھولتے ہیں یا ان کے ہوتے ہوئے آخرت کے انعامات کے لئے بھی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور اعمال صالح کی کوشش کرتے ہیں اور اللہ کے ہاں سرخرو ہونے کو اہمیت دیتے ہیں۔ آیہ مقدسہ کے آخر میں واضح بیان کیا گیا ہے کہ یہ دنیاوی اسباب زندگی میں کام چلانے کے لئے ہیں اور بہترین انجام اسی کے پاس ہے، ان چیزوں کی محبت پیدا کرنے کا یہ معنیٰ نہیں کہ ان میں مستغرق ہو جاؤ اور آخرت کو بھول جاؤ ہرگز نہیں، انہیں ضرورت کے مطابق استعمال کرو اور آخرت کو بھول کر اپنے رب سے دور نہ ہو جاؤ۔

جائز طریقہ سے دنیا کی زیب وزینت حاصل کرنا شریعت نے حرام نہیں کیا بلکہ باعث اجر بتایا ہے اس عنوان کی تائید میں مسلم شریف میں عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ملتی ہے حضور ﷺ سے عرض کی گئی یارسول اللہ ﷺ ایک آدمی اچھا لباس اچھا جوتا پسند کرتا ہے آپ نے فرمایا اللہ حسین ہے اور حسن کو پسند فرماتا ہے ایک اور حدیث شریف میں ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر اپنی نعمت کے اثرات دیکھنے کو پسند فرماتا ہے۔

وَصلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

قُلْ أَؤُنَبِّئُكُم بِخَيْرٍ مِّن ذَٰلِكُمْ ۚ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا
عِندَ رَبِّهِمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ
خَالِدِينَ فِيهَا وَأَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَرِضْوَانٌ
مِّنَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ ﴿١٥﴾ الَّذِينَ
يَقُولُونَ رَبَّنَا إِنَّنَا آمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا
وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿١٦﴾

صدق الله العظيم

آپ کہہ دیجئے کیا میں تمہیں ان سے بہتر چیز کی خبر (نہ) دوں اللہ سے ڈرنے والوں کے لئے ان کے رب کے پاس ایسے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے پاکیزہ بیویاں ہیں اور اللہ کی رضا ہے اور اللہ بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے (۱۵) وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں اے ہمارے رب بے شک ہم ایمان لائے ہمارے گناہوں کو معاف فرما دے اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔ (۱۶)

تفسیر

اس سے پہلی آیہ مبارکہ میں اللہ کے ہاں اچھا ٹھکانہ ہونے کا ذکر ہے اب اس آیہ مبارکہ میں اچھے ٹھکانہ کی تفصیل فرمائی گئی ہے کہ وہاں جنت ہے جس میں باغات ہیں جن میں یہ ہمیشہ رہیں گے جس میں پاکیزہ بیویاں ہوں گی، حیض ونفاس کی نجاست سے پاک ہوں گی۔ وہاں پر بہت بڑی نعمت اللہ کی رضا ہوگی۔

مسلم شریف میں اس عنوان کی تائید میں حدیث شریف موجود ہے اللہ تعالیٰ جنتیوں سے فرمائے گا۔ کیا تم راضی ہو گئے؟ اہل جنت کہیں گے اے اللہ ہم کیوں نہیں راضی ہوں گے۔ تو نے ہمیں اپنی بڑی نعمتوں سے نوازا، اللہ فرمائے گا میں تم کو اس سے افضل چیز نہ دوں؟ عرض کریں گے وہ کیا ہے اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں تم پر اپنی رضا حلال کر دیتا ہوں اس کے بعد تم سے کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔

اس آیت کریمہ میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے لئے آخرت کے انعامات ہیں ڈرنے والوں سے مراد ''متقی لوگ'' ہیں۔ اب وہ متقی لوگ عرض کریں گے اے ہمارے رب ہم ایمان

لائے ہیں ہمارے گناہوں کو معاف فرما اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔ متقی لوگوں کے ایمان لانے کا ذکر کر کے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنے کا استدلال کیا جا سکتا ہے کہ بارگاہ قدس میں اپنے عمل صالح کو پیش کر کے اس کے وسیلہ سے درخواست کی جا سکتی ہے۔

وَصلَّی اللّٰـہُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

اَلصّٰبِرِیْنَ وَالصّٰدِقِیْنَ وَالْقٰنِتِیْنَ وَالْمُنْفِقِیْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِیْنَ بِالْاَسْحَارِ ﴿۱۷﴾

صدق اللہ العظیم

صبر کرنے والے سچ بولنے والے اللہ کی اطاعت کرنے والے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے اور رات کے پچھلے حصہ میں بخشش طلب کرنے والے۔ (۱۷)

تفسیر

پچھلی آیہ کریمہ میں ان لوگوں کا ذکر تھا جو ایمان لائے اور معافی مانگتے تھے اس آیہ مبارکہ میں ان متقی لوگوں کی فہرست فرمائی گئی ہے، وہ لوگ صابر ہیں جو مشکلات میں صبر کرتے ہیں گناہ سے رُکتے ہیں، نیکی پر ثابت قدم رہتے ہیں مشکلات میں صبر، یہ ''صبر علی المشکلات'' گناہوں سے رکتے ہیں، یہ ''صبر عن المعصیۃ'' نیکی پر ثابت قدم رہتے ہیں، یہ ''صبر علی الطاعۃ'' ہے۔ اللہ کی اطاعت کرنے والے، خدا کی راہ میں خرچ کرنے والے، سحری کے وقت اللہ سے معافی چاہنے والے یہ سبھی لوگ متقین ہیں۔

اس آیہ کریمہ کے آخر میں رات کے پچھلے حصہ میں استغفار کا ذکر ہے، حضور ﷺ دن میں ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کرتے تھے۔ حضور ﷺ کا استغفار کرنا گناہوں کی معافی کے لئے نہیں بلکہ عبادت ہے اور شکر کے طور پر ہے حضور ﷺ تو سید المرسلین ہیں ان کی ذات میں گناہ ہے ہی نہیں۔ حضور ﷺ کا کثرت سے

استغفار کرنا تعلیم اُمت کے لئے ہی ہے یا استغفار کرنا تواضع کے طور پر ہے۔استغفار کرنے کو سحری کے وقت میں فرمایا گیا ہے کہ خاموشی کا وقت ہے، قبولیت کا وقت ہے اس وقت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ’’ ہے کوئی معافی مانگنے والا میں اسے معاف کردوں ‘‘ یہ اعلان طلوع فجر تک رہتا ہے۔اس حدیث شریف کو امام بخاری نے نقل کیا ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا جس نے استغفار کو اپنے اوپر لازم کرلیا اللہ تعالیٰ اس کی ہر پریشانی کو دور فرمادے گا اور اسے وہاں سے رزق دے گا کہ اس کے وہم وگمان میں بھی نہ ہوگا۔

وَصلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدِدِ خَلْقِہٖ

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَۙ وَالْمَلٰٓىٕكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآىٕمًۢا بِالْقِسْطِؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُؕ (۱۸)

صدق اللہ العظیم

اللہ نے گواہی دی کہ اس کے بغیر کوئی اور عبادت کا مستحق نہیں اور فرشتوں نے اور ایمان والوں نے (گواہی دی) عدل کے ساتھ کہ نظام قائم کرنے والا اس کے بغیر کوئی معبود نہیں۔وہی عبادت کا حقدار ہے، بہت غالب ہے حکمت والا ہے۔(۱۸)

تفسیر

اللہ تعالیٰ کی شہادت دینے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی نے اس کائنات کے ذرے ذرے میں اپنے وحدہ لاشریک ہونے کے دلائل پیدا فرمائے ہیں۔’’وفی کل شی له ایه تدل علی انه واحد‘‘ (ہر شے کے اندر اس کے وجود کے لئے نشان موجود ہے اور وہ ہر شی دلالت کرتی ہے خدا ایک ہے، وحدہ لاشریک ہے)

؎ ہر گیاہے کہ از زمیں روید وحدہ لاشریک لہ گوید

(زمین میں پیدا ہونے والا ہر گھاس اللہ کی وحدانیت کی خبر دیتا ہے)

رسولوں کو، فرشتوں کو اپنے خدا ہونے اور وحدہ لاشریک ہونے کی خبر دی ہے پھر یہی خبر رسولوں نے اپنی اپنی امتوں تک پہنچائی۔ ایسے ہی فرشتوں نے، علماء نے اللہ کے ایک ہونے کی خبر دی ہے۔ ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا "جو شخص نماز کے بعد آیۃ الکرسی اور یہ آیت "شھد اللّٰہ اور قل اللّٰھم ما لک الملک" پڑھے گا تو اللہ اس کے سارے گناہ معاف فرمادے گا اور جنت میں جگہ دے گا اور اس کی ستر (۷۰) حاجتیں پوری فرمائے گا۔

اس آیہ کریمہ کے اترنے کا واقع اس طرح ہوا شام کے علماء یہود کے کچھ لوگ حضور ﷺ کے دربار گوہر بار میں آئے، مدینہ منورہ کو دیکھ کر ایک دوسرے کو کہنے لگے۔ نبی آخرالزماں کے شہر کی یہی صفت ہے جو اس شہر میں پائی جارہی ہے جب حضور ﷺ کو دیکھا تو پہچان لیا کہ تورات کے بیان کئے ہوئے نقشہ کے مطابق تو یہی آخری رسول ہیں، عرض کیا آپ محمد (ﷺ) ہیں؟ فرمایا ہاں پھر عرض کیا کیا آپ احمد (ﷺ) ہیں؟ فرمایا ہاں، پھر کہا ہم آپ سے ایک سوال کرتے ہیں اگر اس کا جواب ٹھیک ہوا تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے، یہ بتائیں کہ اللہ کی کتاب میں سب سے بڑی گواہی کونسی ہے، اس پر یہ آیہ مبارکہ نازل ہوئی کہ جسے سن کر دونوں یہود مسلمان ہوگئے۔

اس آیہ مبارکہ میں علماء کی فضیلت کا بھی بیان ہے کہ فرشتوں کی شہادت کے بعد، علماء کی شہادت کا ذکر ہے قرآن مقدس نے علماء حق کے مقدس گروہ کا ذکر متعدد مقامات پر فرمایا ایک مقام پر اس طرح ارشاد فرمایا "انما یخشی اللّٰہ من عبادہ العلماء" (اللہ کے بندوں میں سے صرف علماء ہی اس سے ڈرتے ہیں) اللہ سے ڈرنے کا معنی اس طرح ڈرنا نہیں جیسے دشمن کا ڈر ہے یا کسی درندے کا، آپ پر کسی نے احسان کیا ہے، وہ دکھ میں کام آیا ہے اب اس کی مخالفت نہیں کرتے، ڈرتے ہیں وہ ناراض نہ ہوجائے وہ میرا محسن ہے، مربی ہے۔ اللہ سے ڈرنے کا مفہوم بھی یہ ہے کہ اس کی ناراضگی نافرمانی سے بچا جائے اس کے ناراض

ہونے سے ڈرا جائے کہ اس نے مجھے لاکھوں نعمتوں سے نوازا ہے۔ علماء کے فضائل میں بہت ارشادات پائے جاتے ہیں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا ایک فقیہہ ہزار عابد سے زیادہ شیطان پر بھاری ہے۔

وَصلّی اللّٰـہُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدِدِ خَلْقِہٖ

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۗ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْیًۢا بَیْنَهُمْ ؕ وَمَنْ یَّكْفُرْ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۹﴾

صدق اللہ العظیم

بے شک دین اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہی ہے اور اہل کتاب نے جو علم دئے جانے کے بعد جھگڑا کیا وہ ایک دوسرے پر بغاوت سرکشی اور عناد کے سبب ہے اور جو شخص اللہ کی آیات کے ساتھ کفر کرے تو بے شک اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔(۱۹)

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں اسلام کی صداقت اور حقانیت کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ دین کا لفظ اصولوں اور بنیادی احکام کے لئے بولا جاتا ہے۔ جبکہ لفظ مذہب فروعی احکام کے لئے۔ لفظ اسلام ''اطاعت کے لئے گردن جھکانے'' کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ ''الاسلام گردن بہ اطاعت نہادن'' اس معنی کے اعتبار سے ہر نبی کے ماننے والے، ان پر ایمان لانے والے لوگ مسلمان کہلانے کے مستحق تھے۔ سیدنا نوح علیہ السلام فرماتے ہیں ''وامرت ان اکون من المسلمین ''(ترجمہ: اور مجھے یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں مسلمانوں سے ہوں) سیدنا ابراہیم علیہ السلام فرماتے ہیں ''واجعلنا مسلمین لك ''(اے اللہ ہمیں اپنے تابع فرمان بنا)

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں ''واشھد بانامسلمو ن''(اور گواہ رہنا بے شک ہم مسلمان ہیں)۔

لفظ اسلام کی جامعیت پر غور کیا جائے تو محسوس ہونے لگتا ہے کہ کائنات کی ہر شئی اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع ہے اور فرمانبردار ہے تو ہر شے لفظ ''مسلم'' کی تعبیر میں آتی ہے۔ چاند، تارے، سورج، عرش، کرسی لوح وقلم غرضیکہ کائنات کے ہر ذرے کے اندر لفظ اسلام کی روح موجود ہے۔ ہر نبی کے زمانہ میں لایا ہوا دین ہی دین اسلام تھا اور اللہ کے حضور مقبول تھا۔

اب آخر میں حضور ﷺ کا لایا ہوا دین دین اسلام کہلایا اب پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کے لائے ہوئے قواعد وضوابط اسلام نہیں رہے کہ وہ سارے کے سارے اس دین اسلام کے آنے سے منسوخ ہو گئے اب نجات کا دارومدار صرف اور صرف اس اسلام کو ماننے سے ہی ہے جو حضور ﷺ لے کر تشریف لائے۔ قرآن مقدس نے اس عنوان کو اس طرح بیان فرمایا ہے'' ومن یبتغ غیر الاسلا م دینا فلن یقبل منه '' (جس نے اسلام کے سوا کوئی اور راستہ اختیار کیا وہ قبول نہیں کیا جائے گا)

اس آیہ مبارکہ میں اختلاف کرنے والے لوگوں کا ذکر فرمایا گیا ہے وہ کون ہیں؟ یا تو وہ یہود ہیں جنہوں نے موسیٰ علیہ السلام کے وصال کے قریب تورات کو ستر (۷۰) علماء کے سپرد کیا اور یوشع علیہ السلام کو خلیفہ مقرر کیا پھر ایک لمبا زمانہ گزرنے کے بعد ان علماء کی اولاد میں آپس میں حسد وعناد پیدا ہوا تو اختلاف ہو گیا یا پھر ان سے مراد وہ عیسائی لوگ ہیں جنہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق اختلاف کیا اور عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مانا یا ان سے مراد یہود و نصاریٰ دونوں کا آپس میں اختلاف پیدا ہو جانا ہے۔ کہ یہود نے حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مانا اور عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو۔

وَصلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

فَإِنْ حَآجُّوكَ فَقُلْ أَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ
وَمَنِ اتَّبَعَنِ ۗ وَقُلْ لِّلَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ
وَالْأُمِّيّٖنَ ءَأَسْلَمْتُمْ ۚ فَإِنْ أَسْلَمُوا فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ
وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ۗ وَاللّٰهُ بَصِيرٌ
بِالْعِبَادِ ﴿۲۰﴾

صدق اللہ العظیم

اور اے محبوب اگر پھر بھی یہ آپ سے جھگڑا کریں تو آپ کہہ دیجئے میں نے اور وہ شخص جس نے میری اتباع کی اللہ کے لئے اسلام قبول کیا ہے اور آپ اہل کتاب اور دوسرے ان پڑھ لوگوں کے لئے کہئے کیا تم نے اسلام قبول کر لیا؟ پھر اگر انہوں نے اسلام قبول کر لیا ہے تو وہ ہدایت پا گئے اور اگر انہوں نے روگردانی کی تو آپ کے ذمہ تو صرف دین کا پہنچانا ہے اور اللہ ہی بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے۔ (۲۰)

تفسیر

یہ آیہ مبارکہ اسلام کے تمام مخالفین کے لئے ہے وہ کوئی بھی ہو، اب حضور ﷺ کو فرمایا گیا ہے کہ آپ تمام منکرین ومخالفین کو واضح کر دیں کہ میں نے اللہ کے حضور اپنا سر جھکا دیا کہ اس سے قبل حضور ﷺ کی نبوت کی تصدیق کے لئے بے شمار معجزات کا ظہور ہو چکا ہے کسی ذی عقل کو انکار کی مجال نہیں۔ اس سورۃ کے شروع میں خدا کے وحدہ لاشریک ہونے کا ذکر فرمایا گیا اور عقیدہ تثلیث کا رد کیا گیا۔ ان آیات مقدسہ میں ان کے اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے اور فرمایا گیا کہ اگر ان دلائل کو سن کر اور بے شمار معجزات کو دیکھ کر ایمان نہیں لائے تو آپ کہہ دیجئے کہ میں اور میرے متبعین نے تو اللہ وحدہ لاشریک کے حضور سر جھکا دیا اور اپنے دلوں کو اسی ذات والاصفات کی طرف متوجہ کر دیا۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَ یَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ بِغَیْرِ حَقٍّ١ۙ وَّ یَقْتُلُوْنَ الَّذِیْنَ یَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ١ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ۝۲۱ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ١٘ وَ مَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ۝۲۲

بے شک جو لوگ آیات کا انکار کرتے ہیں اور انبیاء علیہ السلام کو ناحق قتل کرتے ہیں اور عدل وانصاف کا حکم دینے والوں کو قتل کرتے ہیں انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنادیں (۲۱) یہ وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا وآخرت میں برباد ہو گئے اور انکا کوئی مددگار نہیں ۔(۲۲)

صدق اللہ العظیم

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں حضور ﷺ کے مخالفین ومنکرین کی تین عادات کا ذکر کیا گیا ہے(۱) اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرنا، (۲) انبیاء علیہم السلام کو ناحق قتل کرنا، (۳) عدل وانصاف کا پرچار کرنے والے علماء کو قتل کرنا۔

اس آیہ مبارکہ پر یہ سوال نہیں ہوسکتا کہ یہود تو حشر نشر، جنت دوزخ اور فرشتوں کے قائل تھے پھر انہیں آیات کا انکار کرنے کرنے والے کیوں فرمایا گیا، تو یاد رہے کہ ایک آیہ کا انکار بھی سبھی آیات کا انکار ہو جائے گا۔ حضور ﷺ کی ذات کے انکار سے سبھی آیات کا انکار ہو جائے گا۔ یہ بھی سوال نہیں ہوسکتا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو قتل حضور کے زمانہ کے یہود نے تو نہیں کیا تھا۔ یہ قتل تو ان کے آباؤ اجداد کا تھا کیونکہ یہ یہود اپنے آباؤ اجداد کے اس فعل پر راضی تھے لہذا اس میں شامل ہو گئے اور پھر انہیں یہود نے بارہا کوشش کی تھی کہ حضور ﷺ کو شہید کر دیں مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے اپنے محبوب پاک کی حفاظت فرمائی۔

ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت میں عرض کی حضور قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب کن لوگوں کو ہوگا تو جواب میں حضور ﷺ نے یہی آیت تلاوت کی، آیات کے منکر، انبیاء کے قاتل، علماء کے قاتل شدید عذاب میں ہوں گے۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا اسرائیلیوں نے ۴۳ انبیاء کو قتل کیا تو قوم کے ایک سو بارہ علماء نے ان کی مخالفت کی اُنہیں اس جرم سے روکا تو انہوں نے ان علماء کو بھی قتل کر دیا۔ آیہ کریمہ کے آخر میں فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا وآخرت میں ضائع ہو گئے اور ان کا کوئی مددگار نہیں۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِیْبِهٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُدْعَوْنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۳﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ۖ وَغَرَّهُمْ فِيْ دِيْنِهِمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۴﴾ فَكَيْفَ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۟ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۲۵﴾

صدق اللہ العظیم

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو کتاب کا علم دیا گیا انہیں کتاب اللہ کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ وہ کتاب ان کے اختلافات میں فیصلہ کرے پھران میں ایک گروہ روگردانی کرتا ہے وہ ہیں ہی روگردانی کرنے والے (۲۳) یہ سرکشی اس لئے کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا انہیں جہنم کی آگ صرف چنددن مس کرے گی اورانہیں ان کے دین کے متعلق اس بہتان نے دھوکہ میں رکھا جواللہ پر باندھتے ہیں (۲۴) کیا حال ہوگا ان کا جب ہم ان کو جمع کریں گے جس دن کے آنے میں کوئی شک نہیں اور پورا پورا بدلہ دیا جائے گا ہر شخص کو جو اس نے کمایا اور نہ ان پر ظلم کیا جائے گا۔(۲۵)

تفسیر

اس آیہ مبارکہ کا شان نزول یہ ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور ﷺ یہود کے مدرسہ میں گئے اورانہیں دین کی دعوت دی یہود میں سے ایک نے پوچھا،اے محمد(ﷺ) آپ کس دین پر ہیں؟ آپ نے فرمایا میں ابراہیم علیہ السلام کے دین پر ہوں اوران کی ملت پر ہوں، نعیم بن عمراور حارث بن زید نے کہا ابراہیم علیہ السلام تو یہودی تھے حضور ﷺ نے فرمایا توراۃ لاؤ وہ کتاب ہمارے اورتمہارے درمیان فیصلہ کردے گی کہ ابراہیم علیہ السلام کون تھے انہوں نے توراۃ لانے

سے انکار کر دیا تو یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ کسی یہودی نے زنا کیا یہ دونوں مرد عورت امیر تھے لوگوں کو انہیں پتھر مارنا گوارہ نہ ہوا اس مقدمہ کو حضور ﷺ کی بارگاہ میں لائے، آپ ﷺ نے پتھراؤ کرنے کا حکم دیا لوگوں نے آپ سے کہا سنگساری کا حکم نہ دیں یہ سزا زنا کی نہیں حضور ﷺ نے فرمایا تورات کا فیصلہ بھی یہی ہے چنانچہ تورات منگوائی گئی یہودی عالم ابن صوریہ نے اس آیہ پر ہاتھ رکھ کر چھپایا، عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے ہاتھ ہٹا کر آیت سنادی چنانچہ سنگسار کیا گیا۔

آپ نے ان لوگوں کو نہ دیکھا جنہیں کتاب کا علم دیا گیا تھا انہیں کتاب اللہ کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ کتاب ان کے درمیان فیصلہ کر دے تو پھر ان میں ایک گروہ منہ پھیر لیتا ہے، آیت کے اگلے حصہ میں فرمایا گیا ان کی اس سرکشی کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے کہا ہمیں جہنم کی آگ صرف وہ چند دن مَس کرے گی جو چالیس دن بچھڑے کی عبادت کی تھی۔ یہ ان کا اللہ پر افترا تھا اس افترا کے بارے میں ایک قول اور بھی ہے کہ وہ کہتے تھے کہ ہم انبیاء کی اولاد ہیں ہمارے گناہوں کا مواخذہ نہیں ہوگا۔

اس آیہ مبارکہ میں حضور ﷺ کو تسلی دے دی گئی ہے آپ کو یہود و نصاریٰ کی مخالفت سے پریشان نہیں ہونا چاہئے۔ وہ تو اپنی کتاب کو نہیں مانتے جب اس کی طرف بلایا جاتا ہے تو انکار کرتے ہیں اور دین کو اپنی رائے و فکر کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرتے ہیں۔

وَصَلَّى اللّٰـهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ٘ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُؕ بِیَدِكَ الْخَیْرُؕ اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۝

صدق اللہ العظیم

کہہ دیجئے اے اللہ تو ملک کا مالک ہے جسے چاہتا ہے ملک دے دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے تو جس کو چاہے عزت دے دیتا ہے اور جس کو چاہے ذلیل کرتا ہے تیرے ہاتھ میں سب بھلائی ہے بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔(۲۶)

تفسیر

اس آیہ مبارکہ کے اترنے کا سبب یہ بنا: غزوہ احزاب کے موقع پر حضور ﷺ جب خندق کے نشانات لگاتے تو ہر دس آدمیوں کی جماعت کو چالیس ہاتھ خندق کھودنے کا حکم دیتے ،اس طرح یہ خندق کھودتے ہوئے ایک ایسی زبردست چٹان آئی جو صحابہ کرام سے توڑی نہ جا سکی سارا واقع حضور ﷺ سے سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ نے عرض کیا حضور ﷺ نے سلمان فارسی سے کدال لی اور ضرب لگائی آپ نے نعرہ تکبیر بلند فرمایا مسلمانوں نے نبی اکرم ﷺ کے نعرے کے جواب میں زور سے اللہ اکبر کہا حضور ﷺ کی اس ضرب سے چٹان سے چنگاریاں نکلیں جن سے ماحول روشن ہوا حضور ﷺ نے فرمایا اس روشنی میں مجھے حیرہ کے محلات نظر آئے ، پھر دوسری ضرب لگائی تو فرمایا اس مرتبہ مجھے روم کے محلات نظر آئے ، پھر تیسری ضرب لگائی تو فرمایا مجھے صنعا کے محلات نظر آئے ہیں اور مجھے جبرائیل علیہ السلام نے بتایا ہے میری امت ان ملکوں پر غالب آئے گی تمہیں مبارک ہو یہ خبر سن کر منافقوں نے صحابہ سے کہا یہ باتیں نہیں ہو سکتیں ،محمد (ﷺ) تم سے غلط وعدے کر رہے ہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے، حیرہ مدائن کسریٰ کے محلات کو دیکھ رہا ہو اور وہ ملک تمہارے لئے فتح ہو جائیں تم تو اس خندق سے باہر نکل کر اپنے ان دشمنوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے تو یہ آیہ مقدسہ نازل ہوئی ’’اے اللہ! ملک کے مالک تو جس کو چاہتا ہے ملک دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے ملک چھین لیتا ہے‘‘

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کی اس دعا کو قبول کیا اور ان تمام ممالک پر حضور ﷺ کے غلاموں کا قبضہ ہوا اور دنیا نے دیکھا اسلام کا جھنڈا کس طرح دور دور تک لہرایا۔

وَصلّی اللّٰہُ تعالیٰ علیٰ حبیبہٖ سیّدنا محمّدٍ وّعلیٰ آلہٖ واَصحابہٖ بعددِ خلقہٖ

تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۲۷﴾

تُو رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے تو زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے اور تو جس کو چاہے بے حساب رزق دیتا ہے۔ (۲۷)

صدق اللہ العظیم

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت کا اظہار ہے کہ وہ رات کو دن میں دن کو رات میں داخل کرتا ہے، سردیوں میں رات لمبی دن چھوٹا، گرمیوں میں دن لمبا اور رات چھوٹی ہو جاتی ہے، کہتے ہیں بلغاریہ میں سورج غروب ہونے کے ایک آدھ گھنٹہ بعد طلوع ہو جاتا ہے، ناروے میں ایک مقام پر ہر سال لوگ دور دراز علاقوں سے یہ منظر دیکھنے آتے ہیں سورج غروب ہونے کے قریب ہی ہوتا ہے کہ دوسری طرف سے پھر طلوع ہو جاتا ہے یہ سارے واقعات کمالاتِ قدرت ہیں۔ 2003ء میں مجھے تبلیغی دورہ پر ناروے جانے کا اتفاق ہوا ایک جلسہ میں یہی سوال ہوا کہ جہاں سورج کی یہ صورت ہے وہاں پر مغرب عشاء کی نمازوں کا کیا ہوگا تو فوری طور پر یہ جواب سمجھ میں آیا کہ کے قرآن مقدس نے فرمایا ''ان الصلوۃ کانت علی المؤمنین کتاباًموقوتا'' (نماز ایمانداروں پر وقت کے ساتھ فرض ہے) وقت ہی نہیں آیا تو فرضیت کیسی ،ایک آدمی نماز ظہر کے وقت سے پہلے فوت ہو گیا تو اس سے ظہر نہ پڑھنے کا سوال نہ ہوگا کہ وقت ہی نہیں۔

اُس قادر کریم کی قدرت کاملہ ہے کہ مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے، نطفہ سے انسان بناتا ہے اور انڈے

سے پرندہ نکالتا ہے، ایک بات یہ بھی ہے کہ یہ جاہل باپ سے عالم بیٹا پیدا کردیتا ہے عالم سے جاہل اور مومن سے کافر پیدا کردیتا ہے۔

وَصلَّی اللّٰـهُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیْبِهٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدِدِ خَلْقِهٖ

لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ ۚ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَیْسَ مِنَ اللّٰهِ فِیْ شَیْءٍ اِلَّاۤ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ؕ وَیُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِیْرُ ﴿۲۸﴾ صدق اللہ العظیم	ایمان والے مومنین کے سوا کفار کو دوست نہ بنائیں جو ایسا کرے گا اس کا اللہ سے کچھ تعلق نہ رہا بغیر اس کے کہ تم ان سے بچاؤ کرنا چاہو اور اللہ تمہیں اپنے غضب سے ڈراتا ہے اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ (۲۸)

تفسیر

پہلی آیہ کریمہ میں کفار کا بیان تھا اس آیہ مقدسہ میں کفار کے ساتھ دوستانہ مراسم قائم کرنے سے روکا جارہا ہے۔ مسلمانوں کو چاہئے خدا کے دوستوں سے مراسم پیدا کریں اس کے دشمنوں سے دور رہیں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے اولیاء سے محبت رکھیں وہی ملک کا مالک ہے جسے چاہے اسے دیدے جسے چاہے اس سے چھین لے۔ اس عنوان کو قرآن مقدس نے کئی ایک مقامات پر واضح فرمادیا ہے کہ خدا کے دشمنوں سے دوستی مت بناؤ ایک مقام پر یہ عنوان اس طرح ملتا ہے ''یایها الذین اٰمنوا لا تتخذوا الیهود والنصارٰی اولیاء'' (ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ) یہی عنوان سورہ ممتحنہ میں اس طرح ہے ''یا ایها الذین امنو لا تتخذو عدوی وعدو کم اولیاءَ'' (اے ایمان والو! میرے دشمن اور اپنے دشمن (کافر) کو دوست نہ بناؤ) یہی عنوان بہت سے مقامات پر موجود ہے کہ مسلمانوں کو غیر مسلمانوں سے دوستی سے روکا گیا ہے۔ ہاں

بہت سے ارشادات نبوی ﷺ سے غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک، احسان، ہمدردی کے واقعات بھی ہیں ان ارشادات خداوندی اور فرمودات نبوی ﷺ کو اس طرح سمجھا جاسکتا ہے کہ تعلقات کا ایک درجہ ''قلبی موالات'' ہیں، دلی محبت یہ صرف ایمانداروں کے ساتھ ہے یہ جن آیات مقدسات میں کفار کی دوستی سے روکا گیا ہے اس سے مراد یہ قلبی تعلقات و معاملات ہیں۔ تعلقات کے دوسرے درجہ کا نام ہے ''مواسات'' جس کے معنی ہمدردی اور خیر خواہی کے ہیں، یہ تعلق ان کفار سے جائز ہے جو مسلمانوں سے لڑ نہیں رہے اور جو کفار مسلمانوں سے برسر پیکار ہیں ان سے یہ مواسات بھی ناجائز ہے۔ تعلقات کی صورت کو ''مدارات'' کہا جاسکتا ہے جس کے معنی خوش خلقی، عمومی دوستانہ مراسم یہ تمام غیر مسلموں کے ساتھ جائز ہے وہ مہمان ہو گئے ہیں یا انہیں دین کے قریب لانا ہے یا ان کے شر سے بچنا مقصود ہے، جیسے اس آیہ کریمہ میں ہے ''الاان تتقو منھم نفسہ'' بعض لوگوں نے اس آیہ کریمہ سے تقیہ کرنے کا استدلال کیا ہے جو قطعی صحیح نہیں وہ کہتے ہیں حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے تقیہ کے طور پر خلفاء ثلثہؓ کے احکام کو مانا تھا اور خاموش رہے، حق نہ کہا، یہ حضرت سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کی شان پر شدید الزام ہے خدا پناہ دے۔

کفار سے تعلقات کے ایک پہلو کو ''معاملات'' سے تعبیر کیا جاتا ہے کاروباری معاملات، لین دین کے ضوابط، تجارت یا مزدوری ایسے معاملات میں کوئی حرج نہیں ہاں اگر کہیں ایسے معاملات سے مسلمانوں کو نقصان پہنچتا ہو تو اس سے بھی بچا جائے کہ ملت کا نقصان ہے۔ اس آیہ مبارکہ کا شان نزول یہ ہے کہ کعب بن اشرف یہودی کی بعض انصار صحابہ سے دوستی تھی کہ انہیں اسلام سے برگشتہ کرے حضرت سعد بن خیثمہ رضی اللہ عنہ نے صحابہ کو روکا کہ کعب کی دوستی سے بچو مگر مسلمان کعب کی دوستی پر مصر رہے تو یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔ حضور ﷺ نے کافروں کے ساتھ جو احسان، ہمدردی کے معاملات کئے ان کا جواب کائنات بھر سے کہیں سے نہیں مل سکتا کفار کی طرف سے تکالیف بھی پہنچائی گئیں مگر انتقام نہیں لیا، بددعا نہیں فرمائی، خلفاء راشدین کے دور میں حضور ﷺ کی اس سنت مبارکہ پر زبردست عمل رہا۔

قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۲۹ يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ۖۛ وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ ۚۛ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًۢا بَعِيْدًا ؕ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ؕ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ۝۳۰

صدق اللہ العظیم

آپ کہہ دیں جو کچھ تمہارے سینوں میں ہے اسے چھپاؤ یا ظاہر کرو اللہ جانتا ہے اور جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے وہ بھی جانتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے (۲۹) جس دن ہر شخص اپنی کی ہوئی نیکی اور اپنی کی ہوئی برائی کو حاضر پائے گا اور یہ خواہش کرے گا کہ کاش اس دن اور اس شخص کے درمیان بہت زیادہ فاصلہ ہوتا اور اللہ تمہیں اپنی ذات کے غضب سے ڈراتا ہے اور اللہ بندوں پر بہت مہربان ہے۔ (۳۰)

تفسیر

کفار سے دلی موالات، دوستی کو شدت سے منع فرمایا گیا ہے کہ انسان دوسری عام مخلوق کی طرح نہیں کہ دنیا پر آیا کھایا پیا اور مر گیا بلکہ اس کی زندگی کا ایک مقصد ہے قرآن مقدس میں اس مقصد کو حضور ﷺ کی زبان فیض ترجمان سے اس طرح کہلوایا ہے "قل ان صلوٰتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین" (آپ فرما دیجئے کہ میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت سب اللہ رب العالمین کے لئے ہے) اب انسان کے سارے تعلقات بھی اسی اصول کے تابع ہوں گے کہ خدا کے دشمنوں سے دوستی بھی اس ضابطہ کے خلاف ہوگی۔

ایمان کی تکمیل اس وقت ہوگی جب آدمی اپنی دوستی، دشمنی کو اللہ تعالیٰ کے تابع بنا دے اس لئے مومن کی دلی موالات محبت صرف اور صرف اللہ کے لئے ہی ہو سکتی ہے۔ یہ کہہ کر آخری حصہ میں فرمایا گیا کہ اللہ انہیں

اپنی ذات کے غضب سے ڈراتا ہے اس چند روزہ زندگی میں کفار سے موالات ،قلبی تعلق پیدا کر کے اللہ تعالیٰ کو ناراض نہ کرلو کیونکہ اللہ تعالیٰ کا اصل معاملہ دل سے ہے لھذا فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کو اچھی طرح جانتا ہے کہ تم کسی سے کس طرح کے تعلقات رکھتے ہو، دل سے تو اسے محبوب جانو اور زبانی طور پر انکار کرو ایسی حالت سے بچو جب قیامت کے دن تمہارے کئے بھلے بُرے سب کام تمہارے سامنے ہوں گے اور پھر اپنے برے کاموں کو دیکھ کر پچھتاوا کروگے کاش تمہارے اور اس دن میں بہت بڑا فاصلہ ہوتا۔

وَصلَّی اللّٰـهُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیْبِهٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۚ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۱﴾ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۲﴾

صدق اللہ العظیم

(اے محبوب!) آپ فرما دیجئے تم اللہ سے محبت کا دعویٰ کرتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تمہیں اپنا محبوب بنا لے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا اور اللہ بہت بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے (۳۱) آپ کہہ دیں اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی پھر اگر وہ روگردانی کریں تو بے شک اللہ کافروں کو دوست نہیں رکھتا۔(۳۲)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں مسلمانوں کو کفار سے الگ تھلگ رہنے کا حکم دیا گیا تھا کہ کفار سے دوستی اور موالات جائز نہیں اور صرف اہل اللہ سے محبت کا حکم تھا، کچھ کفار بھی اللہ تعالیٰ کی محبت کے دعوے دار تھے تو حضور ﷺ سے فرمایا گیا کہ انہیں کہو اگر تم اللہ سے محبت کا دعویٰ کرتے ہو تو پھر میری اتباع کرو اس کا واضح معنیٰ یہ ہوا جو حضور ﷺ کا پیروکار ہے وہ اللہ کا محبّ ہے اور جو آپ ﷺ کی پیروی سے محروم ہے وہ اللہ کی

محبت سے محروم ہے۔

اس آیہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات پر لازم کر دیا کہ اللہ کی محبت کے لئے حضور ﷺ کی اطاعت ضروری ہے، محبت ایک مخفی شے ہے جسے آنکھوں سے دیکھا نہیں جا سکتا البتہ اس کے کچھ آثار ہیں، نشانات ہیں، وہ نشانات پائے جائیں تو محبت کا پتہ چل جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے محبت کے نشانات میں عظیم ترین نشان حضور ﷺ کی اطاعت ہے رب قدوس سے محبت کا دم بھرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ حضور ﷺ کا تابع فرمان ہو یہود کا خدا کی محبت کا دعویٰ اور حضور ﷺ کی مخالفت کرنا کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔

حضور ﷺ کا ارشاد گرامی جو مسند احمد میں موجود ہے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا ''لو کا ن موسیٰ حیا ماوسعه الا اتباعی او کما قال ﷺ(کہ اگر آج موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے میری اتباع کے بغیر انہیں کوئی چارہ نہ ہوتا)

اس ارشاد پاک کی روشنی میں یہود پر تو حضور ﷺ کی اتباع بطریق اولیٰ واجب ہوتی ہے، قیامت کے قریب عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے تو آپ بھی حضور ﷺ کی اتباع میں ہی خدمات سرانجام دیں گے تو اس ارشاد پاک کی روشنی میں عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والوں پر بہت زیادہ ضروری ہے کہ حضور ﷺ کی اتباع کریں۔

وَصلَّی اللّٰـهُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیْبِهٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ ﴿٣٣﴾ ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِن بَعْضٍ ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿٣٤﴾

صدق اللہ العظیم

بے شک اللہ تعالیٰ نے آدم (علیہ السلام) کواور نوح (علیہ السلام) کواور آل ابراہیم کواور آل عمران کو(ان کے زمانہ میں) تمام جہانوں پر بزرگی دی (۳۳) ان میں سے بعض بعض کی اولاد ہیں اور اللہ بہت سننے والا اور بہت جاننے والا ہے (۳۴)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں تھا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت انبیاء علیھم السلام کی پیروی سے ملتی ہے۔اس آیہ پاک میں انبیاء علیھم السلام کی عظمت وبرتری کا ذکر فرمایا گیا ہے جیسا کہ اس ارشاد پاک سے واضح ہے۔حضرت آدم علیہ السلام کواللہ تعالیٰ نے فرشتوں پرفضیلت بخشی ہے تمام فرشتوں سے آدم علیہ السلام کوسجدہ کرایا۔اورزیادہ واضح دلیل ہے کہ انسانوں کی فرشتوں پر برتری کوایک مثال سے سمجھا جاسکتا ہے کہ دوگھوڑوں کوسرپٹ دوڑایا جائے اور پانچ میل پرایک شخص انعام کی تھیلی لے کر کھڑا ہو کہ جوگھوڑا پہلے آئے گا انعام لے لے گا ،اتفاق ایسا کہ ایک گھوڑے کی راہ صاف ہے کوئی رکاوٹ نہیں اور دوسرے کی راہ میں رکاوٹیں ہیں مگر پہنچ دونوں بیک وقت گئے ہیں تواب انعام کا حقداروہ گھوڑا ہوگا جومشکلات اوررکاوٹیں عبور کرنے کے بعد پہنچا ہے صاف سیدھی سڑک پردوڑ کرآنے والا انعام نہ لے سکے گا خدا تک جانے کے لئے فرشتے کی سڑک صاف ہے،راستہ میں ماں باپ،رشتہ دار بھوک، پیاس،دکھ،رنج، بیماری،اولاد،کوئی شئ روکاوٹ نہیں ہے مگرانسان کے خدا تک پہنچنے کے لئے یہ ساری رکاوٹیں موجود ہیں پھربھی اپنے رب تک پہنچ جاتا ہے تو انعام کا حق دار یہی ہوگا۔

اس سے پچھلی آیہ کریمہ میں ارشاد تھا کہ کفار سے موالات نہ رکھواللہ کے نیک بندوں سے وابستہ رہو سوال ہوسکتا تھا کہ جب سبھی اللہ کے بندے ہیں اس کی مخلوق ہیں تو یہ فرق کیوں ہے؟ جواب دیا جاتا ہے

سارے بندے یکساں نہیں ہوتے بندے بندے میں فرق ہوتا ہے، آدم علیہ السلام کی عظمت اس طرح فرمائی گئی کہ فرشتوں کے مسجود بنے، جنت میں ٹھہرے رہے، علوم بخشے گئے نوح علیہ السلام کی عظمت اس طرح اجاگر کی گئی کہ آپ نے لمبا عرصہ ساڑھے نوسو سا ل تک دین کا کام کیا ان کی بددعا سے کفار ہلاک ہوئے۔ خلیل علیہ السلام جدالانبیاء بنے ان پر آگ گلزار ہوئی، عمران کی بیٹی کو اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام عطا فرمائے جنہوں نے حضور ﷺ کی آمد کی خوش خبری سنائی اس آیہ مبارکہ میں عظیم شخصیتوں کا ذکر فرمایا گیا ہے جن کی اتباع کرنے سے اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل ہوتی ہے اس سے انبیاء علیہم السلام کی تمام عالمین پر فضلیت واضح ہو رہی ہے، انبیاء علیہم السلام کے کمالات عام انسانوں سے کہیں زیادہ ہوتے ہیں حضور ﷺ کے سامنے ساری کائنات کا سمٹ جانا اور آپ کا مشارق و مغارب کو دیکھنا ایسے ہزاروں کمالات ہیں، سیدنا سلیمان علیہ السلام کا کئی میلوں سے چیونٹی کی آواز کو سن لینا، یعقوب علیہ السلام کا یوسف علیہ السلام کی قمیص کی مہک کو طویل مسافت سے محسوس کر لینا وغیرہ۔ اس آیہ مبارکہ میں ارشاد ہے بعض بعض کی اولاد ہیں اسکا معنی یہ ہے کہ آدم علیہ السلام کے سوا باقی تمام آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام ایک دوسرے کی معنوی اولاد ہیں۔ اللہ کے وحدہ لاشریک ہونے اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے میں ایک دوسرے کے تابع ہیں آخر میں فرمایا وہ بہت جانتا ہے کہ کس کو منتخب کرنا ہے، جسے پسند کرتا ہے منتخب فرما لیتا فضیلت بخش دیتا ہے وہ بہتر جاننے والا ہے اس نے اپنی رسالت کو کس جگہ رکھنا ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

إِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّيْ نَذَرْتُ
لَكَ مَا فِيْ بَطْنِيْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّيْ ۚ اِنَّكَ
اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿٣٥﴾ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ
رَبِّ اِنِّيْ وَضَعْتُهَآ اُنْثٰى ۭ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا
وَضَعَتْ ۭ وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰى ۚ وَاِنِّيْ
سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَاِنِّيْٓ اُعِيْذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا
مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ﴿٣٦﴾

صدق اللہ العظیم

جب عمران کی اہلیہ نے عرض کی اے میرے رب
جو میرے پیٹ میں ہے اس کی میں تیرے لئے
نذر مانتی ہوں میری طرف سے قبول فرما بے شک
تو سننے والا اور جاننے والا ہے (۳۵) پھر جب اس
سے بچی پیدا ہوئی تو اس نے عرض کی اے اللہ
میرے ہاں تو بچی پیدا ہوئی ہے اور اللہ بہتر جانتا
ہے اس کے ہاں کیا پیدا ہوا ہے اور لڑکا لڑکی کی مثل
نہیں ہوسکتا اور میں نے اس کا نام مریم رکھا ہے
اور بے شک اس کو اور اس کی اولاد کو لعنتی شیطان
سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔ (۳۶)

تفسیر

عمران کی بیوی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نانی ہیں اور حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ، یہ سلیمان علیہ السلام کی اولاد سے ہیں حضرت زکریا اور حضرت عمران علیہا السلام نے سگی دو بہنوں سے شادی کی زکریا علیہ السلام کی بیوی سے یحییٰ علیہ السلام پیدا ہوئے عمران علیہ السلام کی بیوی سے حضرت مریم علیہا السلام پیدا ہوئیں حضرت عمران علیہ السلام کی بیوی ''حنّہ'' عمر رسیدہ ہو چکی تھیں ان کے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ انہیں اللہ بچہ عطا فرمائے تو دعا مانگی اے اللہ! بچہ عطا فرما دعا قبول ہوگئی حضرت ''حنّہ'' کو حمل ہو گیا حضرت عمران فوت ہو گئے انہوں نے نذر مانی کہ پیدا ہونے والا بچہ بیت المقدس کی خدمت میں وقف کر دیں گی جب بچی (حضرت مریم علیہا السلام) پیدا ہوئیں تو بارگاہ رب العزت میں عرض کی اے اللہ! میرے

ہاں لڑکی ہوئی ہے میں نے اس کا نام مریم رکھا ہے وہ تو بیت المقدس کی اچھی طرح خدمت نہ کر سکے گی کہ بعض اوقات عورت کا مسجد میں داخل ہونا جائز نہیں ہوتا۔اللہ کی طرف سے جواب ملا تم نے جس لڑکے کے لئے دعا کی تھی وہ اس لڑکی کے ہم پلہ نہیں جس مرتبہ کی یہ لڑکی ہے اگر چہ مرد کو عورت پر فضیلت ہے مگر بعض عورتوں کو مردوں پر فضیلت حاصل ہے۔امہات المؤمنین کو مردوں پر فضیلت حاصل ہے بعض عورتیں بعض مردوں سے افضل ہیں۔حضرت رابعہ بصری کے حضور مردوں کی بڑائی کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا عورتوں کو برا نہ جانو یہ انبیاء واولیاء کی مائیں ہیں۔اس زمانہ میں رواج تھا کہ بیت المقدس کی خدمت کے لئے لڑکے وقف کئے جاتے تھے وہ بالغ ہونے تک وہاں خدمت کرتے جوان ہوجانے پر انہیں اختیار دے دیا جاتا تھا وہ وہیں کام کریں یا کسی دوسرے کاروبار میں مصروف ہوجائیں اگر وہ یہیں رہنے کا فیصلہ کرتے تو دوسری جگہ کاروبار کی اجازت نہ ہوتی تھی۔حضرت حنّہ کی اس نذر سے پتہ چلتا ہے کہ اولاد کو دین کی خدمت کے لئے وقف کرنا بھی ایک عظیم جذبہ ہے جسے آج بھی لوگوں کو اپنانا چاہئے۔

حضرت حنّہ بارگاہ قدس میں عرض کرتی ہیں اے اللہ میں مریم کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود کے شر سے تیری پناہ میں دیتی ہوں اس عنوان کو حضور ﷺ نے اس طرح ارشاد فرمایا اس حدیث کو امام بخاری نے اپنی کتاب الجامع الصحیح للبخاری کے پہلے حصہ میں اس طرح بیان کیا ہے حضور ﷺ نے فرمایا ہر بچے کو پیدائش کے وقت شیطان مس کرتا ہے مگر مریم اور اس کے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مس نہیں کیا، پھر آپ نے یہی آیہ مبارکہ تلاوت فرمائی۔بعض لوگوں نے اس حدیث سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حضور ﷺ پر فضیلت حاصل ہے یہ صحیح نہیں کہ حضور ﷺ کو بے شمار ایسے کمالات وفضائل دئے گئے ہیں جو حضور ﷺ کے علاوہ کسی کو نہیں دئے گئے آپ کی یہ فضیلت تمام انبیاء علیھم السلام پر کلی فضیلت ہے جس کا جواب نہیں۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَّاَنۡۢبَتَهَا نَبَاتًا
حَسَنًا ۙ وَّكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۚ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيۡهَا
زَكَرِيَّا الۡمِحۡرَابَ ۙ وَجَدَ عِنۡدَهَا رِزۡقًا ۚ قَالَ
يٰمَرۡيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ؕ قَالَتۡ هُوَ مِنۡ عِنۡدِ
اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَرۡزُقُ مَنۡ يَّشَآءُ بِغَيۡرِ حِسَابٍ ۞

صدق اللہ العظیم

تو اس کے رب نے اسے اچھی طرح قبول فرمالیا اور اسے بہتر انداز میں پروان چڑھایا اور زکریا کو اس کا کفیل بنایا اور جب بھی زکریا اس کے پاس اس کی عبادت گاہ میں آتے تو اس کے پاس تازہ رزق موجود پاتے انہوں نے کہا اے مریم یہ رزق کہاں سے آیا مریم نے کہا یہ رزق اللہ کی طرف سے ہے بے شک اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے۔ (۳۷)

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں حضرت مریم علیہا السلام کا اچھے انداز میں پرورش پانے اور بڑھنے کا ذکر فرمایا اور حضرت زکریا علیہ السلام کا ان کے کفیل بننے کا ذکر فرمایا گیا، حضرت عکرمہ اس کی تفصیل اس طرح فرماتے ہیں کہ جب حضرت مریم پیدا ہوئیں تو انہیں ان کی والدہ حضرت حنہ بیت المقدس کے دربان کے پاس لے گئیں اور فرمایا یہ بیٹی ہے جو میں نے نذر مانی تھی کہ اسے بیت المقدس کی خدمت کے لئے وقف کروں گی۔ بیت المقدس کے خادم نے اس بچی (حضرت مریم علیہا السلام) کو عزت واحترام سے لے لیا کہ ان کے امام عمران کی بیٹی ہے اسی موقع پر حضرت زکریا علیہ السلام نے فرمایا یہ بچی میرے سپرد کردی جائے کہ اس کی خالہ میرے نکاح میں ہے لوگوں نے اعتراض کیا اختلاف پیدا ہوگیا تو فیصلہ ہوا کہ دریائے اردن میں قلم گرائے جائیں جس کا قلم پانی میں رک جائے یا پانی آنے کی سمت تیرنے لگے اُسے مریم کو سپرد کردیا جائے گا، چنانچہ اس طرح کی قرعہ اندازی میں حضرت زکریا علیہ السلام کامیاب ہوگئے کہ ان کا قلم کھڑا رہا پانی آنے کی سمت میں تیرنے لگا، آپ جب بھی حضرت مریم علیہا السلام کے پاس ان کی عبادت گاہ میں داخل

ہوتے تو ہمیشہ تروتازہ پھل پاتے۔ابن جریر طبری فرماتے ہیں حضرت مریم کے پاس سردیوں میں گرمیوں کے اور گرمیوں میں سردیوں کے پھل ہوتے اور بے موسے پھل ہوتے ۔حضرت ذکریا علیہ السلام نے پوچھا مریم! یہ پھل کہاں سے آیا؟ تو کہا ''اللہ کی طرف سے'' وہ جسے چاہتا ہے بغیر حساب کے رزق دیتا ہے حضرت مریم کی تربیت اور پرورش کے سلسلہ میں محمد ابن اسحاق کے ذریعہ سے ایک روایت اس طرح بھی ملتی ہے کہ ایک وقت آیا کہ حضرت زکریا علیہ السلام کو اپنی جسمانی کمزوری لاحق ہونے پر حضرت مریم کی پرورش گراں گزرنے لگی تو پھر ایک مرتبہ قرعہ اندازی کی گئی کہ مریم کی حفاظت کس کے حصہ میں آتی ہے تو پھر یہ قرعہ جریج کے نام پر نکلا حضرت مریم نے جریج کو پریشان دیکھا تو فرمایا اللہ پر بھروسہ کرو، وہ کریم ہے وہ رحیم ہے وہ ہمیں رزق بخشے گا پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کی برکت سے جریج کو وافر رزق بخشا۔حضرت زکریاء علیہ السلام نے حضرت مریم سے پوچھا یہ رزق کہاں سے آیا؟ تو فرمایا اللہ جسے چاہتا بے حساب رزق سے نوازتا ہے۔ایک ایسی ہی صورت حضور ﷺ کے ساتھ بھی پیش آئی، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ کو کھانے کی ضرورت محسوس ہوئی، خاتون جنت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا مختصر سا کھانا لے کر دربار رسالت ﷺ میں حاضر ہوئیں، برتن کا ڈھکنا کھولا تو وہ بھرا ہوا تھا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ فاطمہ! یہ کھانا کہاں سے آیا ہے؟ عرض کی ''ھو من عند اللہ '' (یہ اللہ کی طرف سے ہے) تو آپ نے فرمایا الحمد للہ فاطمہ مریم کی طرح ہے

حضرت مریم کی بہترین تربیت اور پرورش کا ذکر فرمایا گیا ہے۔اس آیہ میں قبول حسن کا ذکر ہے وہ کیا تھا عام بچوں سے صحت میں نمایاں تھیں حضرت مریم نے کسی کا دودھ نہیں پیا عیسیٰ علیہ السلام کی طرح بچپن میں کلام کیا، لڑکی ہونے کے باوجود بیت المقدس کی خدمت کے لئے منتخب کیا گیا، قبول حسن سے اشارہ ان امور کی طرف ہوسکتا ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیْبِهٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ
مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ﴿۳۸﴾
فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ ۙ
اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًۢا بِكَلِمَةٍ
مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ
الصّٰلِحِيْنَ ﴿۳۹﴾

صدق اللہ العظیم

اسی جگہ زکریا نے اپنے رب کو پکارا، عرض کی اے اللہ! مجھے اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا فرما، بے شک تو دعا کو سننے والا ہے(۳۸) تو فرشتوں نے آواز دی وہ اپنی جگہ محراب میں نماز پڑھ رہے تھے، بے شک اللہ آپ کو خوشخبری دیتا ہے یحییٰ کی، جو اللہ کی طرف سے ایک کلمہ کی تصدیق کرے گا، سردار ہوگا، عورتوں سے بچنے والا ہوگا، ہمارے نیک بندوں سے ہوگا۔(۳۹)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی ولادت با سعادت کا ذکر تھا، اس آیہ کریمہ میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کی پیدائش کا ذکر ہے۔ جب حضرت زکریا علیہ السلام نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا سے یہ سنا کہ یہ پھل اللہ کی طرف سے ہے وہ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق بخشتا ہے۔ حضرت زکریا علیہ السلام کو خیال پیدا ہو گیا جو اللہ مریم کو بے موسم پھل دے سکتا ہے وہ مجھے بھی اولاد سے نواز سکتا ہے۔ آپ اور آپ کی اہلیہ دونوں بوڑھے ہو چکے تھے، آپ کے دل میں یہ بات گزری، جب اللہ تعالیٰ نے حنہ کی دعا کو قبول فرمالیا ہے تو میری دعا بھی قبول فرمائے گا۔ چنانچہ آپ ایک دن مسجد میں مصروف عبادت تھے اور باہر لوگ منتظر تھے، جبریل علیہ السلام نے خوشخبری سنائی کہ زکریا تمہاری دعا قبول ہوگئی ہے۔ اللہ تمہیں صالح بیٹا بخشے گا جس کا نام ''یحییٰ'' ہے بہت سی خوبیاں اس میں جمع ہونگی۔ عیسیٰ علیہ السلام کی تصدیق کرے گا، مومنین کا سردار ہوگا، عورتوں سے پرہیز کرے گے، نبی ہوگا، صالحین سے ہوگا۔ اس وقت حضرت زکریا علیہ السلام کی عمر ایک سو بیس سال ہو چکی تھی اور انکی بیوی کی عمر اٹھانوے سال تھی، اس خوشخبری کے تیرہ یا انیس سال بعد اس

بشارت کا ظہور ہوا۔ یحییٰ علیہ السلام کی پیدائش عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے چھ ماہ پہلے ہے۔ایک دن حضرت یحییٰ علیہ السلام کی والدہ نے حضرت مریم سے کہا جب تمہارے پاس آتی ہوں تو میرے پیٹ کا بچہ تمہارے پیٹ کے بچے کو سلام نیاز پیش کرتا ہے۔حضرت یحییٰ علیہ السلام کو عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر جانے سے چھ ماہ پہلے شہید کر دیا گیا تھا۔میر دوس یہودی نے آپ کو شہید کیا تھا۔(تفسیر کبیر)

زکریا علیہ السلام کے دعا کرنے سے پتا چلتا ہے کہ اولاد کیلئے دعا کرنا، انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے۔ ایک حدیث شریف میں ہے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ سے درخواست کی کہ حضور اپنے خادم انس کیلئے کوئی دعا فرمائیں تو آپ نے ان کیلئے یہ دعا کی۔''اللّٰھم اکثر ماله و ولده ''اے اللہ اس کے مال اور اولاد کو زیادہ فرما''وبارك له ''اور برکت عطا فرما۔اس دعا کا نتیجہ تھا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اولاد بکثرت ہوئی اور مالی وسعت بھی عطا ہوئی۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام لوگوں سے الگ تھلگ رہتے تھے، جنگلوں سے مانوس تھے، عبادت الٰہی سے گہرا شغف تھا خدا کے خوف سے بہت روتے تھے، وہیب کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت زکریا علیہ السلام انہیں تلاش کرنے کیلئے نکلے تو انہیں ایک قبر میں بیٹھے خدا کے خوف سے روتے پایا، حضرت زکریا نے فرمایا، بیٹے! میں تجھے تین دن سے تلاش کر رہا ہوں تو یہاں بیٹھا ہے، عرض کی ابا جی! آپ نے ہی تو مجھے بتایا تھا کہ جنت اور دوزخ کے درمیان ایک جنگل ہے جسے رونے والوں کے آنسوؤں سے ہی طے کیا جا سکتا ہے۔

دمشق کے ایک حکمران نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو قتل کر دیا، یحییٰ علیہ السلام نے اس حکمران کو ایک محرم خاتون سے نکاح کرنے سے روکا تھا اس خاتون نے بادشاہ سے کہہ کر قتل کروا دیا تھا۔

وَصلَّی اللّٰـهُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیْبِهٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدِدِ خَلْقِهٖ

قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِىْ غُلٰمٌ وَّقَدْ بَلَغَنِىَ الْكِبَرُ وَامْرَاَتِىْ عَاقِرٌ ؕ قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ﴿۴۰﴾ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّىْٓ اٰيَةً ؕ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ؕ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِىِّ وَالْاِبْكَارِ ﴿۴۱﴾

صدق اللہ العظیم

انہوں نے کہا اے میرے رب میرے ہاں لڑکا کس طرح ہوگا حالانکہ مجھے بڑھاپا پہنچ چکا ہے اور میری بیوی بانجھ ہے، فرمایا اس طرح اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے (۴۰) زکریا نے عرض کی اے میرے رب میرے لئے کوئی نشانی مقرر فرما دے فرمایا، تیری نشانی یہ ہوگی کہ تو تین دن تک لوگوں سے اشاروں کے سوا کوئی بات نہ کر سکے گا اور اپنے رب کا کثرت سے ذکر کرو اور صبح وشام اس کی تسبیح بیان کرو۔ (۴۱)

تفسیر

حضرت زکریا علیہ السلام کو جب بیٹے کی خوشخبری دی گئی تو آپ بہت خوش ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی دعا قبول فرمائی ہے اس کرم خداوندی پر نازاں تھے اور عرض کی اے میرے اللہ! اس انعام کے ملنے کی کوئی نشانی بھی مقرر فرما دے، تو اللہ تعالیٰ نے یہ نشانی مقرر فرما دی کہ تو تین دن تک اشاروں کے سوا بات نہ کر سکے گا، یہ نشان تھا بیوی کو حمل ٹھہر جانے کا، عبادت و ذکر الٰہی کرنے میں رکاوٹ نہ تھی مگر عام لوگوں سے گفتگو میں رکاوٹ تھی۔ اس آیہ پاک میں فرمایا گیا کہ تم لوگوں سے اشارہ سے بات کرو گے وہ اشارہ ہاتھ سے ہو یا سر سے یا آنکھ سے، صبح وشام ذکر و تسبیح میں مصروف رہو گے۔ حضرت زکریا علیہ السلام باوجودیکہ قدرت خداوندی پر یقین ہے اللہ کے نبی ہیں پھر یہ سوال کیوں ہے کہ اللہ میرے لڑکا کیسے ہوگا؟۔ یہاں پر یہ سوال نہیں ہوسکتا کہ یحییٰ علیہ السلام کو قدرت پر شک ہے (معاذ اللہ) اس سوال کا مقصد بچہ ہونے کی کیفیت کو معلوم کرنا تھا کہ یہ بچہ اسی طرح ہمارے میاں بیوی کے بڑھاپے میں ہوگا یا کوئی اور صورت ہوگی تو جواب ملا نہیں تمہیں اسی بڑھاپے کی حالت میں ہی بچہ عطا کیا جائے گا۔ نشانی مانگنے میں یہ حکمت معلوم ہوتی ہے کہ زکریا علیہ السلام چاہتے تھے، استقرار حمل کی نشانی مل جائے تو بارگاہ رب العزت میں شکر ادا کرنے میں مصروف ہو جائیں چنانچہ نشانی ایسی ملی کہ لوگوں سے بات اشارہ میں ہے مگر یاد الٰہی، ذکر وفکر میں رکاوٹ نہیں۔

وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰىكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۲﴾ يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿۴۳﴾

اور جب فرشتوں نے کہا اے مریم اللہ نے تجھے پسند کیا اور صاف ستھرا بنادیا اور تجھ کو جہان کی خواتین پر پسند کرلیا (۴۲) اے مریم اپنے رب کی عبادت کر اور سجدہ کر اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کر۔ (۴۳)

صدق اللہ العظیم

تفسیر

پہلی آیہ مبارکہ میں عمران کی بیوی حنہ کا ذکر تھا اس آیہ کریمہ میں حنہ کی بیٹی حضرت مریم کا ذکر ہے حضور ﷺ کو وہ وقت یاد دلایا جارہا ہے جب فرشتوں نے حضرت مریم سے کہا تھا کہ اللہ نے تجھے منتخب کرلیا ہے۔ اس آیہ مبارکہ میں حضرت مریم علیہا السلام کو منتخب کرلینے کا ذکر دو مرتبہ ہوا ہے۔ پہلی مرتبہ ''اصطفاء'' اس سے مراد یہ ہے کہ مریم کو خاتون ہونے کے باوجود بیت المقدس کی خدمت کیلئے چن لیا گیا۔ دوسری مرتبہ چن لینے کا ذکر کیا گیا کہ مریم کو جہان کی عورتوں پر فضیلت بخش دی گی۔

حضرت مریم کے افضل ہونے پر بعض حضرات نے کئی دلائل دیئے ہیں مگر قرآن پاک کا حضور ﷺ کی ازواج مطہرات کیلئے یہ ارشاد ہے۔ ''یانساءَ النّبی لستن کاحدمن النساءِ'' اے نبی (ﷺ) کی بیویو! تم کسی عورت جیسی نہیں ہو۔ تمہیں اللہ نے فضیلت بخشی ہے، تم سید الانبیا کی بیویاں ہو۔ یہ درست ہے حضرت مریم عمران کی بیٹی ہیں مگر سیدہ فاطمۃ الزہرا سید الانبیا ﷺ کی بیٹی ہیں، حیدر کرار کی اہلیہ ہیں اور سید الشہداء امام حسین رضی اللہ عنہ کی اماں ہیں۔

اس آیہ مبارکہ میں جو ذکر ہے۔ ''اصطفك علی نساءِ العالمین'' تمام جہانوں کی عورتوں پر حضرت مریم کو فضیلت بخشی گئی اس سے مراد اُس زمانے کی تمام خواتین پر فضیلت مراد ہے، جیسے قرآن مقدس نے بنی اسرائیل کے بارے میں فرمایا'' فضلتکم علی العالمین '' کہ بنی اسرائیل! میں نے تمہیں تمام

جہانوں پر فضیلت بخشی ۔اس سے مراد بھی یہی ہے کہ اُس زمانہ کے لوگوں پر فضیلت بخشی ورنہ یہ بات تو واضح ہے کہ بنی اسماعیل کو بنی اسرائیل پر فضیلت ہے ۔حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا کیلئے حضور ﷺ کا یہ ارشاد ہے''سیدۃ نساء اھل الجنۃ ''جنتی خواتین کی سردار فاطمہ ہے۔یہاں پر معنی یہی ہوگا کہ مریم کو اس زمانے کی تمام خواتین پر فضیلت بخشی گئی۔

اس آیہ مبارکہ میں حضرت مریم کو سجدہ اور رکوع کا حکم دیا گیا جس سے پتہ چلتا ہے کہ نماز میں رکوع اور سجدہ کو کس قدر اہمیت حاصل ہے۔حدیث شریف میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا بندے کو اللہ کا سب سے زیادہ قرب اس وقت نصیب ہوتا ہے جب وہ سجدہ کرتا ہے اس حدیث شریف کو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے صحیح مسلم نے بھی بیان کیا ہے۔حضرت معدان بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر حضرت ثوبان سے سوال کیا؟ کوئی ایسا عمل بتائیں جو جنت میں پہنچائے ۔ثوبان نے کہا میں نے یہی سوال ایک مرتبہ حضور ﷺ سے کیا تھا۔آپ نے جواب میں فرمایا تھا اللہ کے حضور سجدے کثرت سے کرو کہ اللہ سجدہ سے تمہارا درجہ بلند کرتا ہے، گناہ معاف کرتا ہے۔

وَصلَّى اللّٰـهُ تَعَالىٰ عَلىٰ حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدِدِ خَلْقِهٖ

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ وَ مَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ۝

صدق اللہ العظیم

یہ واقعات غیبی خبروں میں سے ہیں ہم (ان واقعات کی) آپ کی طرف وحی کرتے ہیں اور آپ اس وقت ان کے پاس نہ تھے جب وہ (قرعہ اندازی کیلئے) اپنے قلموں کو ڈال رہے تھے کہ ان میں سے کون مریم کی کفالت کرے گا اور آپ اس وقت انکے پاس نہ تھے جب وہ جھگڑ رہے تھے۔(۴۴)

تفسیر

اے محبوب کریم! آپ ﷺ وہ وقت یاد کریں یا ان کو یاد دلائیں جب جبرائیل علیہ السلام نے حضرت مریم علیہا السلام سے کہا تھا کہ تجھے اللہ نے چن لیا ہے تمہیں بیت المقدس کی خدمت کیلئے لے لیا گیا ہے تمہیں حیض ونفاس سے پاک کر دیا گیا ہے۔ اے مریم اس عظیم انعام پر اللہ کا شکر کرو، رکوع وسجود میں مصروف رہو۔ یہ سارے کے سارے واقعات اے محبوب! (ﷺ) ان غیبی خبروں سے ہیں جو ہم نے وحی کے ذریعے آپ کو بتائے ورنہ آپ (ﷺ) نے تو تاریخی کتب کا مطالعہ نہ کیا تھا اور نہ ہی آپ اس جسم کے ساتھ اسوقت موجود تھے۔ اور نہ ہی آپ (ﷺ) اسوقت وہاں تھے جب وہ حضرت مریم کی کفالت کے سلسلہ میں جھگڑ رہے تھے۔ اور یہ جھگڑا مٹانے کیلئے انہوں نے قرعہ اندازی کی تھی کہ تورات لکھنے والے قلم دریائے اردن میں ڈالے تھے اور طے یہ کیا تھا کہ جس کا قلم پانی آنے کی سمت تیرنے لگ جائے یا نہ ڈوبے وہی مریم کا کفیل ہوگا یہ سارے واقعات آپ (ﷺ) سے پہلے کے ہیں پھر آپ کا انہیں تفصیل سے بتانا آپ کی نبوت کی دلیل ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

إِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ إِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ
بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ
وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ ﴿۴۵﴾
وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَمِنَ الصّٰلِحِينَ ﴿۴۶﴾
قَالَتْ رَبِّ أَنّٰى يَكُونُ لِي وَلَدٌ وَلَمْ يَمْسَسْنِي
بَشَرٌ قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ إِذَا
قَضٰى أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ﴿۴۷﴾

صدق الله العظيم

اور جب فرشتوں نے کہا اے مریم اللہ تمہیں اپنی طرف سے کلمہ کی خوشخبری دیتا ہے جس کا نام مسیح عیسیٰ بن مریم ہے وہ دنیا اور آخرت میں معزز ہے اور اللہ کے مقربین سے ہے (۴۵) وہ لوگوں سے اپنے پنگھوڑے میں ہی بات کرے گا اور اپنی آخری عمر میں بھی اور وہ نیکوں سے ہوگا (۴٦) مریم نے کہا اے میرے اللہ! میرے ہاں بچہ کیسے ہوگا مجھے تو کسی آدمی نے ہاتھ تک نہیں لگایا فرمایا، اسی طرح ہوتا ہے اللہ جو چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے وہ جب کسی چیز کا فیصلہ فرمالیتا ہے تو اُسے فرماتا ہے ہوجا اور وہ ہوجاتی ہے۔ (۴۷)

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کلمہ فرمایا گیا ہے کہ آپ کلمہ کن سے پیدا ہوئے۔ یوں تو ہر شے اللہ تعالی کے ''کلمہء کن'' سے پیدا ہوئی ہے مگر ان میں کچھ اسباب بھی ہیں۔ آدم علیہ السلام کا مٹی سے بنانا، بچوں کا ماں باپ کے ذریعے سے پیدا ہونا۔ لیکن عیسیٰ علیہ السلام اس طرح کے ظاہری اسباب کے بغیر پیدا ہوئے کہ اللہ نے آپ کو کلمہ کن سے پیدا فرمایا۔ بعض عیسائیوں کو اس لفظ ''منه'' سے غلط فہمی ہوئی کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا جز ہیں لہذا وہ ابن اللہ ہیں۔ ایسا ہرگز نہیں یہاں پر ''منه'' سے مراد یہ ہے کہ آپ کی پیدائش کی ابتداء اللہ تعالیٰ سے ہوئی باپ کا وسیلہ نہیں۔

اس آیہ پاک میں عیسیٰ علیہ السلام کو ابن مریم کہا گیا ہے کہ آپ بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔ آپ کو وجیہہ

فرما کر آپ کی عظمت کا اظہار فرمایا گیا ہے۔آپ کئی وجوہ سے اللہ کے حضور وجیہہ ہیں، معزز ہیں۔ یہود نے اپنی طرف سے آپ کو پھانسی پر چڑھایا اللہ نے آپ کو بچالیا۔آپ کے وجیہہ ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ آپ کی دعا سے مردے زندہ ہوجاتے تھے، کوڑھی کو شفا ہوجاتی تھی، مادرزاد اندھے صحیح ہوجاتے تھے۔اللہ تعالیٰ نے انہیں یہود کی طرف سے لگائے گئے الزامات سے بری فرمایا۔یہود ونصاری کی نظر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پھانسی دیے گئے مگر اسلام نے ان کی حفاظت فرمائی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بچپن اور آخری عمر میں بات کرنے کے ارشاد سے عیسائیوں کے اس گروہ کی تردید ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے تھے کہ بچپن جوانی اور بڑھاپا یہ انسانی جسم پر تغیرات ہیں، تبدیلیاں ہیں اور اللہ وہ ذات ہے جو ایسی تبدیلیوں سے پاک ہے لہذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا نہیں۔

اس آیہ پاک میں آپ کو مسیح فرمایا گیا کہ آپ جسکو ہاتھ پھیرتے شفاء ہوجاتی مسیح کا ایک معنی برکت کا بھی آتا ہے کہ اللہ نے آپ کے ہاتھ میں برکت رکھی تھی۔اس لیے بھی مسیح کہا جاتا ہے کہ دنیا میں آپ نے کہیں بھی اپنا مکان نہیں بنایا۔آپ نے اپنی عمر تبلیغ میں گزاری، اس آیہ پاک میں آپ کو عیسیٰ فرمایا گیا جس کا معنی سردار بھی آتا ہے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ساری زندگی سادگی سے گزری کمزوروں، اپاہجوں مسکینوں کے ساتھ بیٹھتے تھے۔آپ کو کسی نے شادی کروانے کے متعلق کہا تو آپ نے فرمایا اولاد ہوگئی تو مصائب ہیں، زندہ رہی تو آزمائش ہے مرگئی تو غم۔خدام کو آپ کا یہ درس عموماً ہوتا تھا خدا سے ڈرو، مشکلات پر صبر کرو، حواریوں سے فرمایا کرتے تھے دنیا کی مٹھاس آخرت کی تلخی ہے اور دنیا کی تلخی آخرت کی مٹھاس ہے۔ایک موقع پر حواریوں سے یہ بھی فرمایا، اے ابن آدم تو کمزور ہے تو جہاں بھی ہو اللہ سے ڈر، حلال کھا مسجد کو اپنا گھر بنا اور دنیا میں مہمان کی طرح رہ اور اپنے نفس کو رونے کا عادی بنا اور دل کو غور وفکر کا اور جسم کو صبر کا عادی بنا۔یہ ساری باتیں آپ کی عظمت ووجاہت کی دلیل ہیں۔

وَصلَّی اللّٰـهُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیْبِهٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدِدِ خَلْقِهٖ

وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ
وَالْاِنْجِيْلَ ﴿۴۸﴾ وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ۬
اَنِّىْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّىْٓ اَخْلُقُ
لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ
فَيَكُوْنُ طَيْرًاۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ
وَالْاَبْرَصَ وَاُحْىِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَ
اُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِىْ
بُيُوْتِكُمْ ۭ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ
مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۴۹﴾

صدق اللہ العظیم

اور اللہ اُسے کتاب سکھائے گا ،دانائی دے گا تورات اورانجیل کا علم عطا فرمائے گا(۴۸)اور وہ بنی اسرائیل کی طرف رسول ہوگا (یہ کہتا ہوا) میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک نشانی لایا ہوں بیشک میں تمہارے لیے مٹی سے پرندے کی شکل بناتا ہوں اوراس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اڑنے لگ جاتا ہے اور میں مادر زاد اندھے اور برص والے کو اللہ کے حکم سے شفا دیتا ہوں اور میں مردوں کو زندہ کرتا ہوں اور میں تمہیں اس چیز کی خبر دیتا ہوں جو تم کھاتے ہو اور اپنے گھروں میں ذخیرہ کرتے ہو بیشک اس میں مؤمنوں کیلئے نشانی ہے۔(۴۹)

تفسیر

اس آیہ پاک میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر کئی انعامات کا ذکر فرمایا گیا ہے۔کتاب کی تعلیم ،دانائی ،تورات اورانجیل کا علم، بنی اسرائیل کی طرف رسول،اللہ کی طرف سے نشان کا لانا،مٹی سے پرندے کی شکل بنانا،اس میں پھونک مارنا، پھراس کا اڑ جانا ،مادرزاد اندھوں کو شفاء دینا،کوڑھیوں کا صحیح کرنا ،اللہ کے حکم سے مردوں کو زندہ کرنا اور بنی اسرائیل کو ان کے کھانوں کی خبر دینا، گھر میں رکھی گئی چیزوں کا بتانا،کم وبیش ۱۳،۱۴ انعامات الٰہیہ کا ذکر ہے۔پچھلی آیۃ مبارکہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نبی ورسول ہونے کا ذکر تھا اس آیہ مبارکہ میں ان کے معجزات کا ذکر ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے پر قدرت کے بے پناہ کرم کا ذکر فرمایا ہے کہ میرے اللہ نے مجھ پر بے پایاں انعامات فرمائے ہیں۔لوگوں سے فرمایا جارہا ہے یہ عظیم معجزات میری رسالت کے دلائل ہیں اگر تمہیں توفیق ہو تو مجھ پر ایمان لے آؤ کہ میں اللہ کا رسول ہوں، صاحب کتاب ہوں، بنی اسرائیل کی طرف بھیجا گیا ہوں۔جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مٹی سے پرندہ بنا کر اڑا دینے کا ذکر فرمایا تو لوگوں نے کہا اچھا چمگادڑ بناؤ یہ تمام جانوروں سے ذرا مختلف ہے یہ انڈے نہیں بلکہ بچے دیتی ہے اپنے بچوں کو دودھ پلاتی ہے چونچ نہیں، منہ ہوتا ہے دانت بھی ہوتے ہیں دن کو نہیں رات کو دیکھ سکتی ہے۔چنانچہ آپ نے لوگوں کی درخواست پر چمگادڑ ہی بنا دیا۔ (روح المعانی)

آپ نے اللہ کے حکم سے کئی مردے زندہ کیے۔جن سے ایک عازر نامی آپ کا دوست تھا،نوح علیہ السلام کے بیٹے سام جو عرصہ پہلے وفات پا چکے تھے،ایک محرر چونگی کی بیٹی تھی،ایک بڑھیا کا بیٹا جس کا جنازہ جارہا تھا اور بڑھیا کی آہ وزاری پر آپ کو رحم آیا، دعا فرمائی وہ مردہ زندہ ہو گیا۔اس معجزہ پر بعض لوگوں کو شک گزرا کہ یہ لوگ مرے نہیں تھے بلکہ ان پر سکتہ طاری ہو گیا تھا تو آپ نوح علیہ السلام کے بیٹے کی قبر پر آئے جسے فوت ہوئے چار (4) ہزار سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا تھا آپ کی دعا سے کھڑے ہو گئے۔لوگوں کو بتاتے تم نے گھروں میں کیا چھپا رکھا ہے، کیا پکا رکھا ہے۔اس اطلاع پر بچے اپنے گھر والوں سے ان اشیاء کا مطالبہ کرتے تو گھر والے ان سے پوچھتے تمہیں کیسے پتہ چلا؟ وہ کہتے ہیں ہمیں عیسیٰ (علیہ السلام) نے بتایا ہے۔

آیہ مبارکہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رسول بنا کر بھیجا جانا صرف بنی اسرائیل کیلئے واضح ہوتا ہے آپ کی رسالت تمام بنی نوع انسان کیلئے ثابت نہیں ہوتی۔انجیل متی میں یہ عبارت آج بھی موجود ہے۔"میں صرف اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کی طرف بھیجا گیا ہوں" اس واضح صورت کے بعد پادریوں کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ وہ بنی اسرائیل کے علاوہ اور کسی کو قبول عیسائیت کی دعوت دیں، پوری

کائنات کیلئے رسول ہونے کا اعزاز تو صرف اور صرف حضور ﷺ کیلئے ہی ہے۔ جو فرماتے ہیں۔ "انی ارسلت الی الخلق کافه" (میں پوری مخلوق کے لیے رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں) جناب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس قدر اور اتنے اہم معجزات دینے کی ضرورت کیا تھی؟ چونکہ آپ کی ولادت باسعادت معمول کے خلاف ہوئی، (بغیر باپ کے پیدا کیے گئے) لوگوں میں اعتراضات کا دروازہ کھل گیا تھا۔ تو واضح معجزات بخشے گئے کہ معترض لوگ مان جائیں کہ یہ واقعی اللہ کے رسول ہیں۔

ملت اسلامیہ کے واضح عقیدہ کے پیش نظر تمام انبیا علیہم الصلوۃ والسلام کے کمالات، معجزات حضور ﷺ کی ذات کے اندر موجود ہیں۔

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری ؎ آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

یوسف علیہ السلام کا حسن، عیسیٰ علیہ السلام کی پھونک، موسیٰ علیہ السلام کا عصا یہ سب کچھ حضور کے دامن میں ہیں جتنے با کمال لوگوں میں کمالات ہیں محبوب وہ آپ تنہا اپنے پاس رکھتے ہیں۔

وَصلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَلِأُحِلَّ لَكُم بَعْضَ الَّذِي حُرِّمَ عَلَيْكُمْ وَجِئْتُكُم بِآيَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُونِ ﴿٥٠﴾ إِنَّ اللّٰهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ ﴿٥١﴾

صدق اللہ العظیم

اور میرے سامنے جو تورات ہے اس کی تصدیق کرنے والا ہوں تا کہ تمہارے لیئے کچھ ایسی چیزیں حلال کر دوں جو تم پر حرام کر دی گئی تھیں اور میں تمہارے پاس رب کی طرف سے نشانی لایا ہوں تا کہ تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔(۵۰) بے شک اللہ میرا اور تمہارا رب ہے اسی کی عبادت کرو یہ سیدھی راہ ہے۔(۵۱)

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں حضرت عیسی علیہ السلام کا تورات کی تصدیق کرنے کا ذکر ہے، ہر نبی اپنے سے پہلے نبی کی نبوت کی تصدیق کرتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہود سے فرمایا میں تمہاری کتاب تورات کو جھٹلانے نہیں آیا بلکہ اس کی تصدیق کرنے کیلئے آیا ہوں البتہ بعض چیزیں جو تورات میں حرام کی گیں انہیں حلال کرتا ہوں۔ اونٹ کے گوشت کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حلال کر دیا یہ یہود پر حرام تھا۔ کئی قسم کی مچھلیاں بھی حلال فرمادیں۔ میرا آنا تمہارے لیے اللہ کی نعمت ہے، میرے پاس معجزات ہیں، میں تورات کا عالم ہوں، بچپن میں میرا کلام کرنا میری نبوت کی دلیل ہے، میری مخالفت نہ کرو، خدا سے ڈرو اور پھر یہ بھی خیال کرو کہ نہ میں خدا ہوں اور نہ خدا کا بیٹا ہوں تمہاری طرح اس کا بندہ ہوں۔ وہ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے تم اس کی عبادت کرو نہ کہ میری۔ یہی عقیدہ رب تک پہنچانے والا سیدھا راستہ ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۝ رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ۝

صدق اللہ العظیم

پھر جب عیسیٰ (علیہ السلام) نے اُن کا کفر محسوس کیا تو فرمایا کون ہے میرا مددگار اللہ کی راہ میں؟ (یہ سن کر) حواریوں نے کہا، ہم اللہ کے دین کے مددگار ہیں۔ ہم اللہ پر ایمان لائے ہیں (اے نبی) آپ گواہ ہو جائیں ہم (اللہ کے حضور) سر جھکائے ہوئے ہیں۔(۵۲) اے ہمارے رب جو کچھ تو نے اتارا ہم اس پر ایمان لائے اور ہم نے رسول کی اتباع کی اور ہمیں حق پر گواہی دینے والوں میں لکھ لے (۵۳) (یہودیوں نے بھی مسیح کے قتل کی) تدبیر کی (مسیح کو بچانے کی) اللہ نے خفیہ تدبیر کی اور اللہ بہتر تدبیر فرمانے والا ہے۔(۵۴)

تفسیر

اس آیہ کریمہ میں فرمایا گیا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جب لوگوں کا کفر محسوس ہوا تو آپ نے اپنے مددگاروں کی تلاش کی، تو حواریوں نے کہا، کہ ہم اللہ کے دین کے مددگار ہیں آپ کے ان خدام حواریوں کی تعداد بعض نے بارہ (۱۲) بتائی ہے۔ لفظ حواری ''حور'' سے ہے جس کے معنی لغت میں سفیدی کے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مخلص ساتھیوں کو ان کے اخلاص اور دل کی صفائی کے پیش نظر ''حواری'' کا لقب دیا گیا ہے یا وہ سفید پوشاک پہنتے تھے یا کپڑوں کو صاف کرتے تھے، اس لئے ''حواری'' کہا گیا ہے۔

نبوت کے آغاز میں آپ نے کسی جماعت بنانے کی فکر نہ کی مگر ضرورت پیش آنے پر آپ کے معاونین

اور جاں بازوں کی جماعت وجود میں آئی جو ''حواری'' کہلائے۔ مخلص وفادار کو بھی حواری کہا جانے لگا، حضور ﷺ نے بھی ایک موقعہ پر فرمایا، ہر نبی کے حواری ہوتے ہیں میرے حواری زبیر بن عوام ہیں۔

آیہ پاک کہ آخر میں یہود کی خفیہ سازش کا ذکر فرمایا گیا کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کی سازش کی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں بچانے کیلئے خفیہ تدبیر فرمائی۔ جب یہود قتل مسیح پر متفق ہوگئے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک مکان میں چھپ گئے۔ یہود نے ایک بد بخت کو اندر بھیجا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قدرت نے آسمانوں پر اٹھالیا اور اس بد بخت پر ان کی شبیہ ڈال دی جب باہر آیا تو لوگوں نے دیکھا کہ عیسیٰ علیہ السلام یہی ہیں تو سولی پر چڑھا دیا گیا۔ پھر انہوں نے دیکھا چہرہ تو عیسیٰ علیہ السلام کا ہے مگر بدن اُن کے ساتھی کا ہے، اگر یہ عیسیٰ ہے تو وہ کدھر گیا اگر یہ ہمارا ساتھی ہے تو عیسیٰ (علیہ السلام) کہاں گیا پھر ان یہود کے درمیان لڑائی ہوئی ایک دوسرے کو قتل کیا اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر کا یہی معنی ہے جن مترجمین نے یہ ترجمہ کیا ہے کہ اللہ نے مکر کیا یہ صحیح نہیں کیا۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

إِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَىٰ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ ۖ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيمَا كُنتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ﴿٥٥﴾

صدق اللہ العظیم

(اے محبوب کریم یاد کیجیے) جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے عیسیٰ بے شک میں تیری عمر پوری کرنے والا ہوں اور تجھے اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور تجھے کافروں (کے بہتان) سے پاک کرنے والا ہوں اور تیرے ماننے والوں کو قیامت تک برتری دینے والا ہوں پھر تم سب کو میری طرف لوٹ کر آنا ہے پھر میں تمہارے درمیان تمہارے اختلافی معاملات کا فیصلہ کروں گا۔ (۵۵)

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں عیسیٰ علیہ السلام کی ایک اور عظمت کا ذکر ہے کہ اے عیسیٰ (علیہ السلام) میں تمہاری عمر پوری کروں گا اور اپنی طرف اٹھالوں گا، بعض لوگوں نے یہاں "توفی" کا معنی کیا ہے کہ تجھے موت دوں گا یہ صحیح نہیں ہے "توفی" کا معنی پورا کرنے کا ہے موت کو فوت اس لیے کہا جاتا ہے کہ عمر پوری ہو جاتی ہے عربی میں کہا جاتا ہے "**توفیت الدراہم**" میں نے پیسے پورے کر لیے۔ قرآن مقدس نے فرمایا "اوفوا الکیل" (ناپ تول کو پورا کرو) وفاء، ایفاء، استیفا اسی معنی کیلئے استعمال ہوتے ہیں۔

قرآن مقدس نے بھی اسی طرف اشارہ فرمایا ہے "اللّٰہ یتوفی النفس حین موتھا" توفی کا معنی سلانے کا بھی کیا گیا ہے کہ عیسیٰ تجھے سُلا کر آسمانوں پر اٹھالوں گا۔ اتنے لمبے طویل سفر کو دیکھتے جانا، جاگتے جانا تو صرف سید الانبیاء ﷺ کا ہی کام ہے۔ اس میں بھی حرج نہیں کہ سلا کر بلائے گئے بہر حال موت کا نظریہ ملت اسلامیہ کے عقیدہ کے خلاف ہے۔ لفظ توفی کا حقیقی معنی (پورا کرنا) چھوڑ کر مجازی معنی (موت) کا کرنا قرین انصاف نہیں۔

اب معنی یہ ہوگا، اے عیسیٰ (علیہ السلام) تجھے زمین پر نہیں چھوڑوں گا اپنی طرف اٹھالوں گا۔ اگر اس کا یہ معنی کیا جائے کہ اے عیسی (علیہ السلام) تجھے موت دے کر آسمانوں پر اٹھاؤں گا۔ تو عظمت کیا ہوئی؟ موت کے بعد ہر روح اٹھالی جاتی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ آسمان پر اٹھانے میں حضور ﷺ کے بہت سے ارشادات ہیں۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) زمین پر آئیں گے، دجال کو قتل کریں گے پھر زمین پر رہیں گے، وفات پائیں گے، وہ چالیس سال رہیں گے، ان کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی، انہیں دفن کیا جائے گا۔ ایک اور حدیث شریف میں اس طرح بھی ہے کہ وہ میری امت پر میرے خلیفہ ہوں گے جب تم ان کو ملو گے تو پہچان لو گے ان کے آنے سے زمانہ میں باطل مٹ جائے گا، صلیب کو توڑ ڈالیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، فیاضی سے مال تقسیم کریں گے، مقام روحا پر حج یا

عمرہ کرنے جائیں گے۔

اس آیہ مبارکہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کئی اعزازات دکھائی دے رہے ہیں۔

(۱) یہود کے ہاتھوں قتل نہیں ہونگے۔

(۲) رب قدوس نے انہیں عالم بالا کی طرف اٹھالیا۔قرآن مقدس نے اس قتل نہ ہونے کے اعزاز کو دوسری جگہ پر اس طرح فرمایا ہے۔''وما قتلو ہ وما صلبوہ ''(نہ انہوں نے قتل کیا نہ سولی چڑھایا)

(۳) یہ بھی اعزاز بخشا گیا کہ تجھے دشمنوں کے بہتانوں سے پاک کروں گا۔

(۴) یہ بھی اعزاز بخشا گیا کہ اے عیسیٰ تیرے ماننے والوں کو قیامت تک غلبہ دیا جائے گا۔

(۵) یہ بھی اعزاز بخشا گیا کہ قیامت کے دن مذہبی اختلاف کا فیصلہ میں خود کروں گا۔

حیات مسیح علیہ السلام پر بعض لوگ کہتے ہیں وہ نبی ہوں گے، یا نہیں تو جوابا عرض کرتے ہیں وہ اپنی صفت نبوت کے ساتھ آئیں گے مگر عمل حضور ﷺ کے ارشادات وفرمودات پر کرائیں گے۔حضور کے خلیفہ کی حیثیت سے جلوہ گری ہوگی۔

وَصلَّى اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدِدِ خَلْقِہٖ

فَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۫ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝ وَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ۝ ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰيٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ ۝

صدق اللہ العظیم

جن لوگوں نے کفر کیا انہیں میں دنیا اور آخرت میں سخت عذاب دوں گا اور انکا کوئی مددگار نہیں ہوگا (۵۶) اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے انہیں اللہ پورا پورا اجر دے گا اور اللہ ظالموں کو پسند نہیں فرماتا (۵۷) یہ وہ آیات اور حکمت والی نصیحت ہے جسے ہم آپ پر تلاوت کرتے ہیں۔ (۵۸)

تفسیر

اس آیہ کریمہ میں کفار کو دنیا اور آخرت میں سخت عذاب دینے کا ذکر ہے اور ان کے کسی مددگار نہ ہونے کا ذکر ہے، کفار کے لئے دنیا کا عذاب تو یہ ہے کہ مسلمانوں کے ہاتھوں مارے جائیں گیں، قتل ہونگے، گرفتار ہونگے اور انہیں جزیہ دینا پڑے گا، اور ان کے لئے مصائب، مشکلات یہی دنیوی عذاب ہے۔ آیہ پاک کے دوسرے حصہ میں ایمان داروں کو خوشخبری سنائی جارہی ہے کہ انہیں ان کے اعمال صالح کا پورا پورا اجر ملے گا۔ آیہ کے آخری حصہ میں جن آیات کے تلاوت کرنے کا ذکر ہے اس سے مراد حضرت زکریا، یحیٰی اور عیسیٰ علیہم السلام کے حالات مراد ہیں، جو گزشتہ آیات میں بیان فرمائے گئے۔

آیہ کریمہ میں کفار کیلئے دنیا اور آخرت میں عذاب کا ذکر ہے اور مؤمنین کیلئے پورا پورا اجر دینے کا ارشاد ہے دنیا میں مشکلات تو مؤمن کو بھی ہوتی ہیں۔ فرق اس طرح ہو جائے گا کہ کافر کیلئے دنیا کے مصائب و آلام کفارہ نہیں ہوتے اور مؤمن کیلئے کفارہ بن کر فائدہ دیتے ہیں اور کافر کیلئے دنیا میں مصائب و مشکلات اور آخرت میں جہنم کا عذاب ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ ۖ خَلَقَهُ مِن تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُن فَيَكُونُ ﴿٥٩﴾ الْحَقُّ مِن رَّبِّكَ فَلَا تَكُن مِّنَ الْمُمْتَرِينَ ﴿٦٠﴾ فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِن بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنفُسَنَا وَأَنفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَل لَّعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ ﴿٦١﴾

صدق اللہ العظیم

بیشک عیسیٰ (علیہ السلام) کی مثال اللہ کے نزدیک آدم علیہ السلام کی طرح ہے اسے مٹی سے بنایا پھر فرمایا ہو جا تو وہ ہو گیا(۵۹) یہ تمہارے رب کی طرف سے حق ہے اس میں شک کرنے والوں سے نہ ہو جانا(۶۰) (اے محبوب) جو لوگ واضح دلائل ہو جانے کے بعد بھی جھگڑا کریں۔تو آپ (ﷺ) کہہ دیں آؤ ہم اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو بلالیں اور اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو پھر اپنے کو اور تمہیں پھر ہم مباہلہ کریں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت بھیجیں۔(۶۱)

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا گیا ہے اسکی مثال آدم علیہ السلام کی ہے۔آدم علیہ السلام کو مٹی سے بنایا اور پھر ''کُــــنْ'' فرمایا اور ہو گیا، آدم علیہ السلام کو مٹی سے بنانے میں حکمت یہ بھی ہے کہ مٹی میں عجز ہے، تا کہ بندے کی طبیعت میں عاجزی ہو وہ تکبر سے غرور سے پاک ہو، یہ بھی حکمت محسوس ہوتی ہے کہ آدم علیہ السلام کو زمین میں بھیجنا تھا اور زمین کیلئے ہی خلیفہ بنایا گیا تھا اسی بناء پر مٹی سے پیدا فرمایا۔

عیسائی لوگ سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا مانتے اور دلیل یہ پیش کرتے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔اس آیہ مبارکہ میں ان کا رد فرمایا گیا ہے اگر بغیر باپ کے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے خدا کے بیٹے ہونے کی دلیل ہے تو آدم علیہ السلام کو بھی تو اللہ تعالیٰ نے بغیر ماں باپ کے پیدا

فرمایا،انہیں تم خدایا خدا کا بیٹا کیوں نہیں مانتے۔سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا اللہ کا نبی ہونا،صاحب معجزات ہونا، باکمال ہونا بیان فرمایا گیا ہےاور آخر میں فرمایا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ تیرے رب کی طرف سے حق ہے اس میں شک نہ کیا جائے۔اس سلسلہ میں حضور ﷺ کو کوئی شک نہیں حضور ﷺ کے ذریعہ سے امت کو فرمایا جارہا ہے کہ شک نہ کریں۔

عیسائیوں کے تمام تر اعتراضات اور اشکالات کے جوابات کے بعد فرمایا گیا اگر یہ لوگ اب بھی شک و شبہ میں رہیں کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں،سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو سولی چڑھا دیا گیا تھا۔باپ بیٹا، روح القدس کا عقیدہ تثلیث درست ہے،تو پھر اب انہیں مباہلہ کی دعوت دے دیں مباہلہ یہ ہے کہ دونوں گروہ اللہ کے حضور عجز و انکساری سے دعا کریں۔ان دونوں میں جو جھوٹا ہے اس پر خدا تعالیٰ کی لعنت ہے اور اللہ کا عذاب نازل ہو۔لعنت کا معنی اللہ کی رحمت سے دور ہونا ہے،اس کا قہر و غضب ہے۔

مباہلہ کا واقعہ اس طرح پیش آیا حضور ﷺ نے نجران کے عیسائیوں کو حکم بھیجا کہ وہ اسلام قبول کریں یا جزیہ ادا کریں یا جنگ کے لیے تیار ہو جائیں۔عیسائیوں نے اپنے نمائندوں کو واپس حضور کی طرف بھیجا اور الوہیت مسیح پر بحث شروع کی ،انکی ضد، ہٹ دھرمی جب بڑھی تو یہ آیہ کریمہ نازل ہو گئی ۔چنانچہ حضور ﷺ، سیدنا علی المرتضیٰ ،حضرت فاطمہ الزہراء ،حضرت حسن، حضرت حسین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ساتھ خود تشریف لائے۔جب عیسائیوں کے نمائندہ شرجیل نے یہ منظر دیکھا تو اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اللہ کا نبی ہے اور نبی سے مباہلہ کرنے میں ہماری بربادی یقینی ہے کوئی دوسری راہ اختیار کرو قوم نے کہا پھر تو ہی بتا کیا کیا جائے شرجیل نے کہا میرے نزدیک بہتر صورت یہ ہے کہ صلح کر لی جائے چنانچہ اسی پر سب متفق ہو گئے حضور ﷺ سے صلاح مشورہ کیلئے مہلت مانگی اور اگلے دن جزیہ ادا کرنے کیلئے تیار ہو گئے اور صلح کر لی،حضور ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اللہ کا عذاب اہل نجران کے قریب آچکا تھا اگر یہ مباہلہ کرتے تو ان کی شکلیں مسخ ہو جاتیں اور ان کی آبادی میں

آگ بھڑکتی رہتی اور اہل نجران مٹ جاتے۔ مباہلہ کا یہ واقعہ 10 ھ ھجری میں پیش آیا اس سے پتہ چلا کہ عیسائیوں کو اپنے عقائد باطل ہونے کا یقین ہو گیا تھا اگر وہ اپنے آپ کو سچا جانتے تو مباہلہ ضرور کرتے ۔مباہلہ میں صرف سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کو حضور ﷺ نے شامل فرمایا کہ باقی صاحبزادیاں وفات پا چکی تھیں، اس واقعہ سے یہ دلیل نہیں بنائی جا سکتی کہ حضور ﷺ کی صاحبزادی ایک ہی تھی دوسری ہوتیں تو انہیں بھی ساتھ لے آتے۔

اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ۚ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ ۚ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۶۲﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ ۢ بِالْمُفْسِدِيْنَ ﴿۶۳﴾

بیشک یہی واقعہ حق ہے سچا ہے اور اللہ کے بعد کوئی معبود نہیں بیشک اللہ ہی غالب ہے اور حکمت والا ہے (۶۲) پھر اگر وہ منہ پھیریں تو اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں کو خوب جاننے والا ہے۔ (۶۳)

صدق اللہ العظیم

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں عیسیٰ علیہ السلام کے رسول ہونے، صاحب معجزات ہونے، خدا اور خدا کا بیٹا نہ ہونے کے دلائل کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ وہ سب کچھ حق ہے۔

آیہ کریمہ کے آخری حصہ میں فرمایا گیا ہے وہ غالب ہے حکمت والا ہے اس ارشاد میں بھی عیسائیوں کا ردّ ہے کہ وہ خود کہتے ہیں عیسی علیہ السلام یہود کے ڈر سے چھپے تھے اور یہود نے ان کو قتل کیا، سولی پر چڑھایا۔ یہ ساری باتیں واضح کرتی ہیں کہ وہ خدا نہ تھے، اس کے بیٹے نہ تھے۔ اگر معاذ اللہ عیسائیوں کا یہ عقیدہ یہ دعویٰ درست ہوتا تو عیسیٰ (علیہ السلام) کو یہود سے چھپ کر بچنے کی ضرورت نہ ہوتی۔ فرمایا گیا ہے، معبود صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے جو غالب ہے حکمت والا ہے۔

عیسائیوں کا یہ کہنا کہ وہ مردے کو زندہ کر دیتے تھے اور وہ ان سے باتیں کرتے تھے۔ نہ یہ الوہیت کی دلیل ہے اور نہ ہی کسی بڑے کمال کی، مردے کے زندہ کرنے میں کمال تو ہے مگر بہت بڑا کمال نہیں کہ اس

مردے میں روح رہ چکی تھی عیسیٰ علیہ السلام نے دعا کی وہ روح اس میں واپس آ گئی اور وہ مردہ باتیں کرنے لگا۔اس سے زیادہ بڑی بات تو یہ ہے حضور ﷺ نے لکڑی کے ستون سے باتیں کیں، اس میں تو کبھی روح تھی ہی نہیں۔ اس واقعہ کو امام بخاری نے نقل کیا ہے جلال الدین رومی نے انہیں اپنے الفاظ میں اس طرح لکھا ہے۔"استن حنانہ در ہجر رسول نالہ میزد ہم چوں ارباب عقول۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلىٰ حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ
بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ
بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ
دُوْنِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا
مُسْلِمُوْنَ ﴿۶۴﴾

صدق اللّٰہ العظیم

(اے محبوب) آپ کہہ دیں اے اہل کتاب آؤ ایک ایسی کتاب کی طرف جو ہمارے تمہارے درمیان یکساں ہے (وہ یہ ہے) کہ اللہ کے بغیر کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں اور نہ ہی ہم سے کوئی اللہ کو چھوڑ کر دوسرے کو رب بنائے پھر اگر وہ اعراض کریں تو تم کہہ دو (لوگو) گواہ ہو جاؤ ہم مسلمان ہیں۔(۶۴)

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں کسی کو اپنے موقف و مسلک کے قریب کرنے کے لئے ایک شاندار ضابطہ ملتا ہے کہ کسی کو اپنے سے متفق کرنے کے لئے کسی ایسی شے کا انتخاب کیا جائے جس پر ان دونوں کا اتفاق ہو سکتا ہو حضور ﷺ نے روم کے بادشاہ کو اس ارشاد گرامی کی روشنی میں خط لکھا اور یہی آیہ کریمہ لکھی تھی۔ آیہ پاک کے آخر میں فرمایا گیا ہے اگر دلائل واضح ہونے کے بعد بھی دوسرا انکار کرے تو یہ کہنے کے بعد بحث ختم کر

دی جائے لوگو! گواہ ہو جاؤ ہم مسلمان ہیں (اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کرنے سے یہود و نصاریٰ کے دلوں میں اسلام کی عظمت ڈالنا مقصود ہے)

عدی بن حاتم فرماتے ہیں جب یہ آیہ پاک نازل ہوئی تو میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ ہم ان کی عبادت تو نہیں کیا کرتے تھے تو حضور ﷺ نے فرمایا کیا تم ان کی حلال و حرام چیزوں کو اس طرح نہیں مانتے تھے جیسے وہ کہتے تھے میں نے عرض کی حضور ایسا تو تھا، تو فرمایا اللہ کے حکم کے بغیر کسی کو حلال و حرام کا اختیار سپرد کرنا بھی تو اسکی عبادت کرنا ہے۔

اس آیہ پاک میں اہل کتاب سے مراد نجران کے عیسائی ہیں ایک قول یہ بھی ہے کہ یہاں یہود و نصاریٰ دونوں مراد ہیں جب انہوں نے اسلام کی دعوت کو قبول نہ کیا تو پھر انہیں ایک متفق علیہ مسئلہ کی طرف بلایا گیا وہ یہ کہ ہم سب صرف ایک خدا کی عبادت کریں، انبیاء اولیاء سب کو اللہ کا بندہ مانیں کسی کو معبود نہ ٹھہرائیں اور کسی کو شریک نہ بنائیں، نہ بتوں کو نہ چاند سورج کو اور نہ صلیب کو۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

يٰۤاَهۡلَ الۡكِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوۡنَ فِىۡۤ اِبۡرٰهِيۡمَ وَمَاۤ اُنۡزِلَتِ التَّوۡرٰٮةُ وَالۡاِنۡجِيۡلُ اِلَّا مِنۡۢ بَعۡدِهٖ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ۝۶۵ هٰۤاَنۡتُمۡ هٰٓؤُلَاۤءِ حَاجَجۡتُمۡ فِيۡمَا لَـكُمۡ بِهٖ عِلۡمٌ فَلِمَ تُحَآجُّوۡنَ فِيۡمَا لَـيۡسَ لَـكُمۡ بِهٖ عِلۡمٌ ؕ وَاللّٰهُ يَعۡلَمُ وَاَنۡـتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ ۝۶۶

صدق اللہ العظیم

اے اہل کتاب تم ابراہیم (علیہ السلام) کے بارہ میں کیوں جھگڑتے ہو حالانکہ تورات انجیل ان کے بعد نازل ہوئیں سمجھتے کیوں نہیں (۶۵) تم وہی لوگ ہو جنہوں نے اس چیز میں جھگڑا کیا جس کا تمہیں کچھ پتہ تھا اب تم اس چیز میں کیوں بحث کرتے ہو جس کا تمہیں کچھ پتہ نہیں اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔(۶۶)

تفسیر

یہود یہ دعویٰ کرتے تھے کہ ابراہیم علیہ السلام ہمارے دین پر اور نصاریٰ یہ کہتے تھے کہ ابراہیم علیہ السلام ان کے دین پر ہیں، اس آیہ مبارکہ میں ان کے ان غلط نظریات کا رد فرمایا گیا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام تورات انجیل کے اترنے کے بہت سال پہلے ہوئے ہیں یہودی، عیسائی کیسے ہو گئے۔ موسیٰ اور ابراہیم علیہما السلام میں ایک ہزار سال کا فرق ہے حضرت ابراہیم اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے درمیان تین ہزار سال کا فرق ہے تو ابراہیم علیہ السلام میں یہودیت اور عیسائیت کا غلبہ کیسے آ گیا (معاذ اللہ)۔ ابراہیم علیہ السلام کا یہود و نصاریٰ کے نظریات سے الگ ہونا بڑا واضح ہے کہ یہود نے عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مانا، عیسائیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ مانا جبکہ ابراہیم علیہ السلام ان شرکیہ عقائد سے دور ہیں۔ اسلام ابراہیم علیہ السلام کے اُصول وعقائد سے موافق ہے یہودی، عیسائی قواعد وضوابط کے موافق نہیں۔ یا یوں کہہ لیجئے کہ ابراہیم علیہ السلام کی شریعت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت کے موافق ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيۡبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصۡحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلۡقِهٖ

مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّ لٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

صدق اللہ العظیم

ابراہیم علیہ السلام نہ یہودی تھے نہ عیسائی مگر وہ ہر باطل نظریہ سے الگ رہے وہ خالص مسلمان تھے اور مشرکین سے نہ تھے (٦٧) بیشک تمام لوگوں میں ابراہیم علیہ السلام کے قریب تر وہی لوگ تھے جنہوں نے ان کی اتباع کی اور یہ نبی جوان پر ایمان لائے اور اللہ ایمان والوں کا مددگار ہے۔ (٦٨)

تفسیر

یہود ونصاریٰ نے جب ابراہیم علیہ السلام کے بارہ میں اپنے اپنے خیالات ونظریات کا ذکر کیا، یہود نے کہا وہ یہودی ہیں عیسائیوں نے کہا وہ عیسائی ہیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیہ کریمہ نازل فرما کر ان دونوں گروہوں کی تردید کی کہ ابراہیم علیہ السلام نہ یہودی تھے نہ عیسائی بلکہ وہ تو ہر باطل نظریہ سے الگ تھلگ رہنے والے تھے اور آیہ پاک کے دوسرے حصہ میں ارشاد ہے، تمام لوگوں میں ابراہیم علیہ السلام کے نزدیک تر وہی لوگ تھے جنہوں نے ان کی اتباع کی اور یہ نبی (ﷺ) جوان پر ایمان لائے اور اللہ ایمان والوں کا مددگار ہے۔ فرمایا ابراہیم علیہ السلام کی ملت کے دعویٰ کا حق انہیں کو ہے جو دین ابراہیمی کی اتباع کرتے ہیں اور وہ یہ نبی ﷺ ہی ہیں اور اللہ ان کا مددگار ہے۔

سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا ہر نبی کے انبیاء علیہم السلام سے کچھ مددگار ہوتے ہیں اور ان نبیوں میں میرے مددگار میرے باپ اور رب کے خلیل ہیں۔ پھر اس آیہ مبارکہ کی تلاوت فرمائی۔ اس آیہ مبارکہ میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی شرک سے دوری، باطل سے نفرت کا ذکر فرمایا ہے ان کا زمانہ پاک تو اِن سب سے پہلے ہے جب باطل عقائد ونظریات کا وجود ہی نہ تھا۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۶۹﴾ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ﴿۷۰﴾ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۷۱﴾

صدق اللہ العظیم

اہل کتاب کا ایک گروہ چاہتا ہے کہ تمہیں کسی طرح گمراہ کردیں مگر وہ تو اپنے آپ کو گمراہ کرتے ہیں مگر انہیں شعور نہیں (۶۹) اے اہل کتاب اللہ کی آیات کا کیوں انکار کرتے ہو حالانکہ تم خود گواہ ہو (۷۰) اے اہل کتاب حق کو باطل سے کیوں ملاتے ہو اور حق کو چھپاتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو (کہ ایسا کرنا منع ہے) (۷۱)

تفسیر

حضور ﷺ کے بے شمار معجزات وکمالات دیکھ کر چاہئے تو تھا کہ اہل کتاب حضور ﷺ پر ایمان لاتے مگر ان کی دلی رائے یہی ہے کہ جو لوگ حق پر چل رہے ہیں سیدھی راہ اپنا چکے ہیں وہ حق سے بھٹک جائیں۔ حضور ﷺ اور ان کے متبعین اہل کتاب کا مذہب اپنالیں اس لئے مسلمانوں کو اسلام سے نفرت دلانے کیلئے طرح طرح کے حیلے گھڑ رہے ہیں مگر یہ لوگ اپنے مشن میں کامیاب نہ ہوسکیں گے، ہاں یہ لوگ اس گھناؤنے کردار سے اپنے آپ کو گمراہ کررہے ہیں اور برباد کررہے ہیں۔ اسلام کی حقانیت اور صداقت کے دلائل دیکھ چکے ہیں پھر بھی اپنی ہٹ دھرمی اور ضد سے باز نہیں آتے، ان کا یہ کردار کس قدر برا ہے، اُنہیں فرمایا گیا اے اہل کتاب تم حق اور باطل کو کیوں ملاتے ہو اور کیوں چھپاتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو ایسا کرنا کس قدر برا ہے۔ اہل کتاب سے فرمایا گیا کہ آیات الٰہیہ کا انکار کیوں کرتے ہو ان آیات سے مراد توراۃ وانجیل کی وہ آیات ہیں جو حضور ﷺ کے حق میں نازل ہوئیں۔ حق کو باطل سے ملانے کا معنی یہ بھی ہے کہ تورات وانجیل میں حضور ﷺ کی بشارات ہیں ان کی غلط تاویل بیان کرکے حق کو چھپا رہے ہیں۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا
بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ
النَّهَارِ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿٧٢﴾
وَلَا تُؤْمِنُوْٓا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ ؕ قُلْ
اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ ۙ اَنْ يُّؤْتٰٓى اَحَدٌ
مِّثْلَ مَآ اُوْتِيْتُمْ اَوْ يُحَآجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ ؕ
قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ
وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿٧٣﴾ يَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ
يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿٧٤﴾

صدق اللہ العظیم

اہل کتاب کے ایک گروہ نے کہا مسلمانوں پر نازل ہونے والے کلام پر صبح ایمان لے آؤ اور شام کو انکار کر دو شائد (اس طرح) سے مسلمان دین سے پھر جائیں (۷۲) اور تم صرف اس شخص کو مانو جو تمہارے دین کا متبع ہو (اے محبوب) آپ فرما دیجئے ہدایت تو صرف اللہ ہی کی ہدایت ہے اور (اہل کتاب نے کہا) تم یہ بھی نہ مانو کہ تمہاری طرح کسی اور کو بھی دیا جا سکتا ہے یا کوئی تمہارے خلاف تمہارے رب کے سامنے دلیل قائم کر سکتا ہے (اے محبوب) آپ فرما دیجئے کہ اللہ کا فضل تو اسی کے قبضہ میں ہے جسے چاہتا ہے دے دیتا ہے اور اللہ بہت وسعت والا ہے بہت علم والا ہے (۷۳) جسے چاہتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ خاص کر دیتا ہے اور اللہ عظیم فضل کا مالک ہے۔ (۷۴)

تفسیر

اس ارشاد گرامی کی تفصیل اس طرح ہے یہود کے کچھ لوگوں نے مسلمانوں کو دین اسلام سے بدظن کرنے اور ہٹانے کی تجویز کی کہ قرآنی آیات پر صبح کو ایمان کا اعلان کر دو اور مسلمانوں میں شامل ہو جاؤ مگر

شام کو اپنے اس عمل کا انکار کر کے اپنے دین میں واپس آجاؤ اور مسلمانوں کو کہو ہم نے اپنے علماء سے رجوع کیا انہوں نے ہمیں دلائل سے سمجھا دیا کہ معاذ اللہ حضور سچے نہیں اس لئے ہم اپنے پہلے دین میں آ گئے۔ اس گروہ نے سمجھا شاید اس حیلہ سے مسلمان اپنے دین سے برگشتہ ہو جائیں اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے اپنے رسول (ﷺ) کو ان کی سازش سے آگاہ فرمایا جب آپ نے یہود کو ان کی اس سازش کی خبر دی تو ان کی ساری تجویزیں بے کار ثابت ہوئیں اور آپ کا انہیں اس سازش کی خبر دینا معجزہ ہو گیا اور یہود کے حوصلے ٹوٹ گئے۔

اسی آیہ کریمہ میں یہود کی دوسری شرارت کا ذکر کیا گیا ہے، یہود نے کہا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ تمہارے دین جیسا دین تمہاری کتاب جیسی کتاب کسی اور کو بھی دے دی جائے اور نہ ہی یہ ہوسکتا ہے کہ کوئی قیامت کے دن تمہارے خلاف اللہ کے سامنے حجت پیش کرے۔ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے کہ اس آخری نبی کے بارہ میں توراۃ وانجیل میں آیات ہیں وہ کسی پر ظاہر نہ کرو، ورنہ مسلمان تمہارے خلاف دلیل بنا لیں گے۔یہ بھی معنی کیا گیا ہے کہ تم اپنے دین کے علمی رازوں کو ان سے مخفی رکھو ورنہ تم سے یہ سیکھ کر تمہارے خلاف قیامت کے دن اللہ کے سامنے حجت پیش کریں گے۔

آیہ پاک کے آخری حصہ میں حضور ﷺ سے فرمایا گیا محبوب آپ کہہ دیجئے فضل تو اسی کے ہاتھ میں ہے جسے چاہتا ہے دے دیتا ہے اور جسے فضل سے نوازتا ہے اس کے خلاف کسی قسم کے مکروفریب کی سازشیں کامیاب نہیں ہوسکتیں۔ جسے چاہتا ہے اپنی محبت کے ساتھ خاص کر لیتا ہے، دلائل کے میدان میں بری طرح شکست کھانے کے بعد یہود ونصاریٰ کی یہ سازشیں بھی بری طرح ناکام رہیں۔

وَصلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلىٰ حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ
يُّؤَدِّهٖۤ اِلَيْكَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ
لَّا يُؤَدِّهٖۤ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا ؕ
ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِى الْاُمِّيّٖنَ
سَبِيْلٌ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ
يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾ بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى
فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۷۶﴾

صدق اللہ العظیم

اور اہل کتاب میں سے بعض ایسے لوگ ہیں کہ اگر تم ان کے پاس ڈھیروں مال بھی امانت رکھو تو وہ تم کو ادا کر دیں گے اور بعض ایسے ہیں اگر تم ان کے پاس ایک دینار بھی امانت رکھو تو وہ تم کو ادا نہیں کریں گے سوا اس کے کہ تم ان کے سر پر کھڑے رہو، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ کہہ چکے ہیں کہ ان اَن پڑھ لوگوں کا مال ہڑپ کرنے پر ان کی کوئی گرفت نہیں ہوگی اور وہ دانستہ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں (۷۵) ہاں جس نے اپنے عہد کو پورا کیا اور اللہ سے ڈرا تو اللہ متقین کو محبوب رکھتا ہے (۷۶)

تفسیر

گزشتہ آیات میں اہل کتاب کی خفیہ سازشوں اور اعلانیہ مخالفتوں کا ذکر تھا اب اس آیہ کریمہ میں اہل کتاب کے دو طبقوں کا ذکر فرما کر مومنین کو آگاہ کیا جا رہا ہے۔ اہل کتاب بعض معاملات میں دیندار ہیں اور بعض میں شاطر اور خائن ہیں مسلمانوں کو ان سے ہوشیار رہنا چاہئے۔

اس آیہ کے شان نزول میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نقل فرماتے ہیں ایک شخص نے عبداللہ بن سلام (اس وقت وہ یہودی تھے) کے پاس سونا امانت رکھا انہوں نے مالک کے طلب کرنے پر دے دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف فرما دی ایک شخص نے مشہور یہودی عالم عازورا کے پاس امانت کے طور پر ایک درہم یا دینار رکھا تو وہ معمولی رقم دینے میں لیت ولعل کرتا رہا اس کے سر پر چڑھے رہو، پیچھا

کرتے رہو، مطالبہ میں کمی نہ کرو تو کچھ ہو سکے گا۔ نہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ یہود نے کہا ان پڑھ لوگوں کا مال کھانے میں کوئی حرج نہیں اور قیامت کو گرفت نہیں ہوگی۔ ایسا کہہ کر یا ایسا کر کے وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھ رہے ہیں، حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ کس قدر برا ہے۔ ہاں جس نے اپنے عہد کو پورا کیا، خدا سے ڈرا، تو بے شک اللہ تعالیٰ ڈرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۷۷

صدق اللہ العظیم

بے شک وہ لوگ جو اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے بدلہ میں قلیل مال حاصل کرتے ہیں ان لوگوں کے لئے قیامت کے دن میں کوئی حصہ نہیں اور نہ ہی آخرت میں اللہ تعالیٰ اُن سے کلام فرمائے گا اور نہ ہی قیامت کے دن اُنہیں نظر رحمت سے دیکھے گا اور نہ ہی انہیں پاک کرے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔(۷۷)

تفسیر

اس آیہ کریمہ میں عہد توڑنے والوں اور دنیا کی خاطر جھوٹی قسمیں کھانے والوں کی سزا کا ذکر فرمایا گیا ہے آخرت میں انکا کوئی حصہ نہیں اللہ تعالیٰ ان سے کلام محبت نہیں فرمائے گا، انہیں رحمت کی نظر سے نہیں دیکھے گا انہیں پاکیزہ نہیں فرمائے گا ان کے گناہ کو معاف نہیں فرمائے گا اور انہیں دردناک عذاب ہوگا۔

عہد شکنی کرنا، جھوٹی قسمیں کھانا، گناہ کبیرہ ہیں اگر یہ شخص توبہ کے بغیر مر گیا تو ثواب سے محروم رہے گا اس سے پہلی آیہ پاک میں یہود کی مالی خیانت کا ذکر تھا اس میں ان کی اس خیانت کا ذکر ہے جو انہوں نے

عہد الٰہی میں کی۔امانتیں چند قسم کی ہیں، مال کی امانت، علم کی امانت، وعدہ وعہد کی امانت، کتاب اللہ کی امانت یہاں ان کی وعدہ اور عہد کی امانت میں خیانت کا ذکر فرمایا گیا ہے اوران کو کئی قسم کے عذاب کی خبر دی گئی۔

وَصلّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝

صدق اللہ العظیم

اور بے شک ان میں سے ایک گروہ کتاب پڑھتے ہوئے اپنی زبانوں کو مروڑتا ہے تا کہ تم یہ خیال کرو کہ وہ بھی کتاب ہے حالانکہ وہ کتاب سے نہیں اور کہتے ہیں یہ بھی اللہ کی طرف سے اترا ہے حالانکہ وہ اللہ کے پاس سے نہیں اور وہ جان بوجھ کر اللہ پر جھوٹ بولتے ہیں۔(۷۸)

تفسیر

پچھلی آیہ کریمہ میں یہود کی عام برائیوں کا ذکر تھا، اب ان کی ایک خاص برائی کتاب کے ساتھ خیانت کا ذکر فرمایا گیا جو بدترین جرم، بدترین خیانت ہے اور کتاب کی تحریف ہے۔اہل کتاب کے تین گروہ ہیں ایک امانت داروں کا، دوسرا گروہ خیانت کرنے والوں کا یہاں پر تیسرے گروہ کا ذکر فرمایا جارہا ہے جو کتاب کے عنوان کو توڑ مروڑ کر پیش کرتے ہیں کہ سننے والا یہ سمجھے کہ یہ عبارت بھی اللہ کا کلام ہے حالانکہ وہ اللہ کا کلام نہیں اور نہ ہی وہ کتاب کی آیت ہے بلکہ ان کی خود ساختہ عبارت ہے اور یہ لوگ ایسے ظالم ہیں دلیر ہیں کہ خدا پر بھی الزام لگاتے ہیں اور جھوٹ باندھتے ہیں اور پھر یہ جرم غلطی سے نہیں بلکہ جانتے ہوئے کرتے ہیں

تحریف کی ایک صورت یہ بھی تھی کہ خود عبارت بنا کر لوگوں سے کہتے کہ یہ خدا کا ارشاد ہے، دوسری

صورت یہ تھی کہ تورات کی عبارت کا معنیٰ بگاڑ دیتے جیسے آیت میں ارشاد ہے کہ زبانوں کو پھیر پھیر کر عبارت کا انداز بدل کر پیش کرتے تھے۔

''یلوون السنتھم'' کا معنیٰ یہ ہے کہ ان الفاظ میں ایسا ردو بدل کرتے کہ عبارت کا اصل معنی بدل جاتا یا اس کے حکم کی اپنی طرف سے من گھڑت تشریح کر دیتے کہ لوگ غلط فہمی میں مبتلا ہو جائیں، اس آیہ کریمہ میں ان کی اس قبیح حرکت، بددیانتی اور خیانت کا ذکر کیا گیا ہے۔ ''لیّ'' کا معنیٰ زبان مروڑنے کا ہے یہی امام رازی نے کہا ہے کہ لفظ کو پڑھتے وقت اس کی حرکات میں تبدیلی کر دیتے تھے جس سے معنیٰ بدل جاتا تھا۔ ایک معنٰی یہ بھی کیا گیا ہے کہ تورات میں حضور ﷺ کے بارہ میں بشارات کو بدل دیتے تھے یا ان پر اعتراض کرتے تھے اور ان کی غلط تاویلات کرتے تھے۔

وَصلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلىٰ حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا ؕ اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۸۰﴾

صدق اللّٰہ العظیم

کسی بشر کو لائق نہیں کہ اللہ تعالیٰ اسے کتاب، حکم اور نبوت دے اور پھر وہ لوگوں سے یہ کہے تم اللہ کی بجائے میرے بندے بن جاؤ (لیکن وہ کہے گا) کہ اللہ والے بن جاؤ کہ تم کتاب کی تعلیم دیتے ہو اور درس دیتے ہو (۷۹) اور نہ ہی وہ تمہیں یہ حکم دے گا کہ تم فرشتوں اور نبیوں کو رب بنالو کیا وہ تمہارے مسلمان ہونے کے بعد تمہیں کفر کا حکم دے گا۔ (۸۰)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں ذکر تھا کہ اہل کتاب رب تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں کہ وہ کتاب میں تحریف کرتے ہیں اور پھر یہ کہتے ہیں کہ یہ رب کی طرف سے ہے۔اس آیہ پاک میں ہے کہ وہ انبیاء علیھم السلام پر جھوٹ باندھتے ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام پر جھوٹ باندھتے ہیں کہ انہوں نے ہمیں حکم دیا کہ مجھے معبود مانو (معاذ اللہ) ان کے اس نظریہ کی تردید ہے۔

بشر سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں کہ ان پر تہمت لگائی تھی بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ اس سے مراد حضور ﷺ ہیں کہ حضور ﷺ پر یہود نے تہمت لگائی تھی۔ایک معنی یہ بھی ہے، یہاں بشر سے مراد ہر انسان بھی ہے کسی انسان کیلئے لائق نہیں کہ وہ ایسا دعویٰ کرے، وہ تو لوگوں سے یہ کہے گا اللہ والے بن جاؤ ربانی وہ علماء ہیں جو لوگوں کی روحانی تربیت کرتے ہیں۔بعض نے کہا ربانی کا معنی ''حاکم اور والی'' بھی آتا ہے رب کی طرح ان کی بھی اطاعت کی جاتی ہے۔یہود و نصاریٰ کا رد کیا جا رہا ہے کہ ایسا ہو ہی نہیں سکتا کہ جس انسان پر اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا، کتاب دی، نبوت بخشی، ہادی بنایا پھر وہ بندوں کو اپنی عبادت کا حکم دے، نبی سے یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ اپنے رب سے لوگوں کو باغی بنائے۔یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ نبی بجائے ایمان کے کفر کی تعلیم دے لہذا تم جھوٹے ہو، انبیاء پر الزام لگاتے ہو اور یہ کیسے ممکن ہے کہ خدا ایسے کو نبوت دے جو لوگوں کو اس سے دور کرے، یہ ناممکن ہے کہ وہ لوگوں کو کفر اور شرک کی تعلیم دے۔

اس آیہ پاک کا شان نزول یہ ہے کہ بحرین کے عیسائیوں نے کہا تھا کہ ہمیں عیسیٰ (علیہ السلام) نے حکم دیا ہے کہ انہیں رب مانیں ان کی تردید میں یہ آیت اُتری۔ایک روایت یہ بھی ہے کہ ابو رافع یہودی نے حضور ﷺ سے کہا آپ تو چاہتے ہیں کہ ہم آپ کو خدا مانیں، آپ کی عبادت کریں، تو آپ ﷺ نے فرمایا خدا کی پناہ، نہ میں غیر اللہ کی عبادت کا حکم کرتا ہوں نہ مجھے حکم دیا گیا ہے اور نہ مجھے اس لئے بھیجا گیا ہے اس آیہ مبارکہ کے اترنے میں ایک اور روایت بھی ملتی ہے جسے حسن نے روایت کیا ہے ایک شخص نے

بارگاہ رسالت میں عرض کی یارسول اللہ ﷺ ہم آپ سے سلام ایسے کہتے ہیں جیسے دوسرے عام لوگوں کوسلام کرتے ہیں ہم آپ کوسجدہ کیوں نہ کرلیا کریں تا کہ آپ کا دوسروں سے امتیاز ہوجائے،آپ نے فرمایا کسی کوجائزنہیں کہ غیراللہ کوسجدہ کرے تب یہ آیہ پاک اُتری۔ (تفسیرکبیر)

آیہ پاک کے آخر میں فرمایا گیا ہے کہ کوئی بندہ نہیں حکم دیتا کہ فرشتوں کو،انبیاء کوخدا بنالوکیاوہ تمہیں یہ حکم دے سکتا ہے کہ اسلام قبول کرنے کے بعد کافرہوجاؤ خدا کی پناہ۔

وَصلّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَاۤ اٰتَیْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِیْ قَالُوْۤا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ ﴿۸۱﴾ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۸۲﴾

صدق اللہ العظیم

(اے محبوب یاد کیجئے) جب انبیاء سے اللہ نے پکا عہد لیا کہ میں تمہیں جو کتاب وحکمت دوں پھر تمہارے پاس وہ بڑی شانوں والا رسول آجائے جوتمہارے پاس والی شی (کتاب) کی تصدیق کرنے والا ہوتو تم اس پرضرورضرور ایمان لانا اوراس کی مدد کرنا،فرمایا کیاتم نے اقرار کرلیااور میرے اس عہد کوقبول کرلیاانہوں نے کہاہم نے اقرارکرلیافرمایاپس گواہ رہنااور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں(۸۱) پھراس کے بعد جوعہد سے پھراوہی لوگ فاسق (نافرمان) ہیں۔(۸۲)

تفسیر

اس آیہ کریمہ میں ایک عہد کاذکر ہے جواللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام سے حضور ﷺ کے بارہ میں لیا تھا کہ وہ آجائیں توایمان لانا،ان کی مدد کرنا رب قدوس جل مجدہ نے اپنے بندوں سے تین عہد لئے۔

(۱) ایک عہد جو سب سے پہلے لیا، وہ اُس کی ربوبیت کا ہے اور ارشاد فرمایا ''کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟''
(۲) دوسرا عہد حق کو ظاہر کرنے کا ہے اور اُسے نہ چھپانے کا ہے، جیسے ارشاد ہے ''و اذاخذ اللہ میثاق الذین او توالکتب'' (۳) تیسرا عہد یہ جو انبیاء علیہم السلام سے لیا گیا کہ جب آخرالزمان رسول آئے اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا۔

یہ میثاق یا تو عالم ارواح میں ہوا یا دنیا میں بذریعہ وحی ہوا۔ اس میثاق کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام سے پکا عہد لیا کہ جب تم میں سے کسی نبی کے بعد دوسرا نبی آئے جو پہلے نبی اور اس کی کتاب کی تصدیق کرنے والا ہو تو پہلے نبی کے لئے ضروری ہے کہ پچھلے نبی کی نبوت پر خود ہی ایمان لے آئے اور دوسروں کو بھی نصیحت کرے۔ اس آیہ کریمہ میں آنے والے رسول سے مراد حضور ﷺ کی ذات والاصفات ہے کوئی نبی بھی ایسا نہیں گزرا جس سے اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ پر ایمان لانے کا عہد نہ لیا ہو اور نہ ہی کوئی ایسا نبی گزرا جس نے اپنی امت کو حضور ﷺ پر ایمان لانے کی وصیت نہ کی ہو۔ اس سے پتہ چلتا ہے رسول اللہ ﷺ کی رسالت رسالت عامہ ہے۔

اس سلسلہ میں حضور ﷺ کا اپنا ارشاد اس طرح ملتا ہے ''ارسلت الی الخلق کافة او کماقال رسول اللہ ﷺ'' (میں پوری مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں) قرآن مجید نے اس عنوان کو اس طرح بیان فرمایا ہے ''وما ارسلنٰك االا کافة للناس'' (اور ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لئے مبعوث فرمایا) اس عنوان کی تائید کے لئے حضور ﷺ کا ارشاد اس طرح ہے اگر موسیٰ علیہ السلام آج ہوتے تو انہیں بھی میری اتباع کے بغیر کوئی چارہ نہ ہوتا۔

وَصلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدِدِ خَلْقِہٖ

اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗۤ اَسْلَمَ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ۝۸۳ صدق اللّٰه العظيم	کیا اللہ کے دین کے بغیر کسی اور دین کے متلاشی ہو حالانکہ آسمانوں اور زمینوں کی سب مخلوق نے خوشی یا ناخوشی سے اس کی اطاعت کی ہے اور اسی کی طرف سب لوٹائے جائیں گے۔(۸۳)

تفسیر

اس آیہ کریمہ میں یہود و نصاریٰ سے فرمایا جارہا ہے کہ کیا وہ اللہ کے دین کے سوا کسی اور دین کو تلاش کر رہے ہیں حالانکہ یہ حقیقت ان کے سامنے ہے کہ آسمانوں اور زمینوں کی ہر شی اسی کے حکم کے تابع ہے یہ اتباع اس کی خوشی سے ہو یا ناخوشی سے ہو۔ چاند تاروں کی گردش، سورج کا طلوع ہونا اور ڈوبنا، نہروں، دریاؤں اور سمندروں کا بہاؤ کھیتوں کا اُگنا، طوفانوں کا تباہ کن حالات پیدا کرنا، جانوروں کا پیدا ہونا اور مرنا یہ قدرت کا سارا نظام ہے۔ خوشی سے ہو یا ناخوشی سے، جیسے ساری کائنات میں تبدیلیوں کا سلسلہ ہے ایسے ہی انسانی وجود کے اندر کس قدر تغیرات ہیں، انسانی وجود کا ہر حصہ اطاعت خداوندی میں کام کر رہا ہے انسان کو یہ موقع ملا ہے کہ کائنات کا مشاہدہ کرے اور اپنے اندر غور و فکر سے جھانک کر اصلاح کرے اس انسان کا وجود بھی اطاعت الٰہی سے باہر نہیں تو پھر تکبر کا ہے کا، اُسے چاہئے خود عجز و انکساری سے اللہ کے حضور سر نیاز جھکائے۔

وَصلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلىٰ حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ مَاۤ اُنْزِلَ عَلَیْنَا وَ مَاۤ اُنْزِلَ عَلٰۤى اِبْرٰهِیْمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطِ وَ مَاۤ اُوْتِیَ مُوْسٰى وَ عِیْسٰى وَ النَّبِیُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ۪ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ٘ وَ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَ مَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ٘ وَ هُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ﴿۸۵﴾

صدق اللہ العظیم

آپ کہئے ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو ہم پر نازل کیا گیا اور اس پر جو ابراہیم، اسماعیل، اسحٰق اور یعقوب علیہم السلام پر نازل ہوا، اور ان کی اولاد پر نازل ہوا اور جو موسیٰ اور عیسیٰ (علیہم السلام) اور دوسرے نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے دیا گیا ہم ان میں سے کسی ایک کے درمیان فرق نہیں کرتے اور اُسی کے فرمانبردار ہیں (۸۴) اور جس نے اسلام کے علاوہ کسی اور دین کو طلب کیا تو وہ اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والا ہوگا۔ (۸۵)

تفسیر

حضور ﷺ سے فرمایا جارہا ہے اے محبوب کریم! (ﷺ) جب دلائل وحقائق سے یہ ثابت ہوگیا کہ اللہ کے حضور پسندیدہ دین اسلام ہی ہے اور زمین وآسمان میں سارا نظام رب قدوس کی مشیت کے تحت چل رہا ہے اور حکم کے تابع ہے پھر سبھی کو اس کے پاس لوٹنا ہے۔ تو آپ اعلان فرمادیں ہم سارے مسلمان اس کتاب پر ایمان لائے جو ہم پر اتری ہے اور ان تمام کتابوں، صحیفوں کو مانا جو ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب علیہم السلام اور ان کی اولاد پر اترے، اور اس پر بھی ایمان ہے جو موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام اور تمام انبیاء کو رب کی طرف سے ملیں، اور یہ بھی فرمادیں کہ ہم مسلمان تمہاری طرح نہیں کرتے کہ بعض انبیاء کو مانیں اور بعض کا انکار کریں ہم سب کو مانتے ہیں، تمام رسولوں، کتابوں اور تمام صحیفوں پر ایمان رکھتے ہیں اور ہم اپنے رب کے تابع فرمان ہیں۔ اور اگر کوئی شخص اسلام کے علاوہ کسی اور دین کو تلاش کرتا ہے تو وہ اس سے

ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور وہ شخص آخرت میں خسارے والوں میں سے ہوگا۔ اب اسلام وہ دین ہے جو حضور ﷺ کے واسطہ سے پہنچا، پچھلے تمام ادیان منسوخ ہو گئے اگر چہ وہ بھی اپنے دور میں حق و درست تھے۔ حضور ﷺ کا فرمانا کہ ہم سب اللہ پر ایمان لائے، بتانا یہ ہے کہ آپ ساری کائنات کے لئے دعوت حق دینے والے رسول ہیں اور آپ کا تمام رسولوں پر ایمان لانا بتاتا ہے، اگر چہ ان رسولوں کی شریعتیں منسوخ ہو گئیں مگر ان کا نبی اور رسول کی حیثیت سے رہنا یہ حق ہے۔ آج بھی تمام انبیاء اپنے درجہ نبوت میں ہی ہیں مگر عمل صرف حضور ﷺ کی شریعت پر ہوگا اور یہ عمل قیامت کے دن نجات کا سبب بنے گا۔

اس آیت کریمہ میں اسلام کے عالمگیر مذہب ہونے کا بھی واضح اشارہ ہے کہ ہم تمام انبیاء کی نبوتوں کے قائل ہیں تمہاری طرح بعض کو چھوڑنا ہم مسلمانوں کا شیوہ نہیں سب کتابوں کے بھی قائل ہیں اگر چہ ان میں اغیار کی طرف سے تحریف بھی کی گئی، مضامین بھی بگاڑے گئے، یہی وہ دین ہے جو پوری انسانیت کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کرنے کا داعی ہے۔

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

كَيْفَ يَهْدِي اللَّهُ قَوْمًا كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ وَشَهِدُوا أَنَّ الرَّسُولَ حَقٌّ وَجَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ ۚ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿٨٦﴾ أُولَٰئِكَ جَزَاؤُهُمْ أَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ﴿٨٧﴾ خَالِدِينَ فِيهَا لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ ﴿٨٨﴾ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ وَأَصْلَحُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿٨٩﴾

صدق اللہ العظیم

اللہ اس قوم کو ہدایت کیسے دے گا جو ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے حالانکہ وہ لوگ پہلے گواہی دے چکے تھے کہ رسول اللہ(ﷺ) حق ہیں اور ان کے پاس دلائل آ چکے تھے اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا(۸۶) ایسے لوگوں کی سزا یہ ہے کہ ان پر اللہ کی لعنت ہے فرشتوں کی لعنت اور تمام انسانوں کی(۸۷) وہ اس لعنت میں ہمیشہ رہیں گے ان سے عذاب ہلکا نہ ہوگا اور نہ ہی انہیں مہلت دی جائے گی(۸۸) ہاں وہ لوگ جو تائب ہو گئے اور نیک ہو گئے بے شک اللہ بخشنے والا ہے اور رحم فرمانے والا ہے۔(۸۹)

تفسیر

اس آیہ کریمہ کا شان نزول یہ ہے حارث بن سوید، حضور ﷺ کے ہاتھوں مسلمان ہو گئے پھر کافر ہو گئے اور اپنی قوم کی طرف چلے گئے تو یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی تو ان کی قوم کے ایک شخص نے انہیں بتایا کہ تیرے حق میں یہ آیہ نازل ہوئی ہے اور پڑھ کر سنائی، حارث دوبارہ اسلام میں آ گئے اور اسلام میں اچھے کام کیئے۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک روایت نقل ہے انصار کا ایک شخص مرتد ہو گیا اور مشرکین سے جا ملا پھر شرمندگی ہوئی تو حضور ﷺ کے دربار میں پیغام بھیجا کہ مجھ جیسے مجرم کی توبہ قبول ہو سکتی ہے تو یہ آیہ پاک نازل ہوئی، جس کے آخر میں یہ ارشاد ہے ''الا الذین تابوا'' جو لوگ تائب ہو گئے، دوبارہ اسلام میں آ گئے۔

امام حسن بصری فرماتے ہیں یہ آیہ ان یہود ونصاریٰ کے حق میں اتری جو حضور ﷺ کی آمد سے پہلے تورات وانجیل کی روشنی میں آپ کی نبوت کا اقرار کرتے تھے مگر جب حضور ﷺ بنی اسرائیل میں آنے کے بجائے بنی اسماعیل علیہ السلام میں تشریف لائے تو انکار کر دیا۔

اس آیہ مبارکہ میں یہ سوال نہیں کیا جاسکتا کہ جب اللہ انہیں ہدایت ہی نہیں دے گا تو ان کے کفر میں رہنے پر اعتراض کیا کیا جاسکتا ہے۔ معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں دوبارہ اسلام میں ازخود آنے کی ہدایت نہیں دیتا، ہاں وہ اپنے جرم پر شرمندہ ہو کر توبہ کر لیں تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول فرماتا ہے۔ (اس آیہ مبارکہ پر بہت سے اشکالات اور جوابات ہیں جو اس تفسیر کو مختصر کرنے کی غرض سے نہیں لکھے جا رہے) ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے کہ جو لوگ جہالت کی وجہ سے انکار کرتے ہیں ان سے تو امید ہو سکتی ہے کہ جب حق دیکھ لیں تو دوبارہ اسلام کی طرف آ جائیں اور جو متعصب ہیں، ہٹ دھرم ہیں ان سے ہدایت پر آنے کی امید بے فائدہ ہے، اس آیہ کریمہ میں یہی لوگ مراد ہیں، ہٹ دھرم اور متعصب لوگوں کو کیسے ہدایت ہوگی ہاں اخلاص سے توبہ کرنے والوں کے لئے دروازہ کھلا ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوا كُفْرًا لَّن تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الضَّالُّونَ ۝ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَن يُقْبَلَ مِنْ أَحَدِهِم مِّلْءُ الْأَرْضِ ذَهَبًا وَلَوِ افْتَدَىٰ بِهِ ۗ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ وَمَا لَهُم مِّن نَّاصِرِينَ ۝

بے شک وہ جو ایمان لاکر کافر ہو گئے اور پھر کفر میں بڑھے ان کی توبہ ہرگز قبول نہ ہوگی وہی گمراہ ہیں(۹۰) بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور کفر ہی میں مرگئے ان میں کوئی بھی اگر زمین بھر سونا عوض دینا چاہے گا تو قبول نہ کیا جائے گا ۔ان لوگوں کے لئے دردناک عذاب ہے اور ان کا کوئی مددگار نہیں ہے۔(۹۱)

صدق اللہ العظیم

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں کفروشرک پر مرنے والوں کا انجام بتایا جارہا ہے کہ وہ لوگ جو ساری زندگی اس بیماری میں مبتلا رہے اور معالج کے ہوتے ہوئے بھی اس بیماری سے نجات کی دوائی (توحید کا اقرار، رسالت پر ایمان) کی طرف دھیان نہ دیا اور موت کے منہ میں چلے گئے تو قیامت کے دن اگر ان میں سے کوئی اپنی نجات حاصل کرنے کے لئے زمین بھر سونا دینے کی بھی کوشش کرے گا تو ایسا عوضانہ بھی قطعی قبول نہ ہوگا، ان کی شفاعت بھی نہ ہوگی کہ شفاعت تو مسلمان گنہگار کی ہے ان کا خاتمہ شرک پہ ہوا اور شرک کی شفاعت نہیں۔

اس سے پہلی آیہ پاک میں ہے کہ مرتد کی توبہ قبول کرلی جائے گی، اس آیہ پاک میں ارشاد ہے کہ توبہ قبول نہ کی جائے گی، معنی یہ ہوگا ایسے لوگ جنہوں نے حق دیکھ کر موت سے پہلے ہی بہ ہوش وحواس توبہ کرلی تو قبول کرلی جائے گی اور جنہوں نے جان کنی کے وقت یا آخرت کے عذاب کو دیکھ کر توبہ کی تو قبول نہ کی جائے گی۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ